ضمیمۂ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

مشتمل بر

نظم و نثرِ فارسی و عربی

جو ابتدائے سنِ تمیز سے سنہ ۱۳۲۲ھ تک مختلف اوقات میں
عالیجناب شمس العلما مولوی حافظ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
کے کلکِ جواہر سلک سے تراوش پاتی رہیں

اور اب افادۂ عام کے لیے

حسبِ فرمایش جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی

سنہ ۱۳۲۲ھ

خاکسار حافظ عبد الستار بیگ نے اپنے
ہند پریس واقع دہلی میں طبع کیا

فہرست مضامین ضمیمہ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

تمت

صحتنامہ ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	سیقدر	کسیقدر	۸۳	۱۸	سدلے	صدائے	۱۲۶	۱۲	بالن رایا	بالزّرایا
۱۲	۱۲	یارائے	بارائے	۸۴	۶	صورت بیں	صورتِ حال بیں	۱۲۷	۲	صلعق	صلوق
۱۶	نوٹ	سنجری	سنجرزی	〃	۱۴	کسانے کہ	کسانے راکہ	〃	〃	مصیب	مصیبپ
۱۹	۱۰	شبیہہ	شبیہ	〃	۱۹	موافع	مواقع	〃	۵	قھقری	قھقرے
۲۰	۱	دواع	وداع	۸۶	۸	اوسازارافلی	اوراشارافل	〃	۸	مہایتہ	مہابہ
۲۵	۴	انتی	اُفتی	〃	۱۱	آں راکانیک	آں کارانیک	〃	۱۶	تاثرہ	مّاثرہ
۲۶	نوٹ	رؤف علیخاں	یوسف علیخاں	۸۸	۵	کرا قرادیک	کمر اقرادیک	۱۲۸	۲	سینفقُ	سینفدُ
〃	〃	مہتم	مقیم	۱۰۱	۵	لایغترُ	لایعبرُ	〃	۵	لمثلی	لمثل
۳۰	۱	ازایں	ازیں	۱۰۶	۷	درکوچہ	جزدرکوچہ	〃	۱۰	قں رکشفت	قں کشفت
〃	۱۵	کوفت زیں	کوفت زی	۱۰۷	۲	ودرشیوہ بیانی	وورشیوا بیانی	〃	〃	اغلقوہ	اغلفوہ
۳۳	۱۶	غلق در	خلق را	〃	۱۱	آمدہ وکیسب	آمدہ بہ کیسب				
۳۶	۱۷	آں سیراوج	آں سراوج	〃	۱۲	لطافت بحرا	لطافت بہرا				
۳۷	۷	ستجاں	سنجاں	۱۰۸	۱۸	ونوویسش	ونوودوشش				
〃	۱۳	یست ایں	نیست ایں	۱۱۱	۹	عالیہ	علیّہ				
〃	۱۵	بہو برہ	بہرہ برد	۱۱۵	۹	من ہم	ومن ہم				
۴۰	۱	سبرشتہ	سررشتہ	۱۱۶	۶	دیدار بوصال	دیدار را بوصال				
۴۲	نوٹ	راقم خود	راقم خود گیا تھا	〃	۱۱	عِلّۃ	عِلّۃُ				
۴۶	۸	آہ اثاں	آہ اثاں	〃	〃	التیمّ	التّمّ				
۵۲	۱	نکشودہ ماند نکتہ	نکشودہ ماند و نکتہ	۱۲۱	۹	ابقی	اَبقیٰ				
〃	۲	ارکس بخیدہ و	وکس بخیدہ	〃	۱۰	فبمابری	فیما بری				
۵۳	۴	استنتباط	استنباط	۱۲۲	۱	اِرجو	اُدجو				
۵۵	نوٹ ۱	سنہ ۱۰۹۵ ہجری	سنہ ۸۹۵ھ	〃	نوٹ ۱	مرایشیا	ہم ایشیا				
۵۹	۱۹	مایہ صولت	سایہ صولت	〃	۳	پس اس	پس اُس				
〃	〃	اندانند	اندازند	۱۲۳	۴	من بتنات	من بیّنات				
۶۲	۱۹	مستنصر باسد	مستنصر بابد	〃	نوٹ ۲	براہیاں	بڑائیاں				
۶۸	۱۵	خلفائے ثلاثہ	خلفائے ثلاثہ	۱۲۴	۴	موالاتِ	موالاتُ				
۶۹	۱۳	کتاہت	کتابت	۱۲۵	۱۳	للعز	للغز				
۸۱	۲	اورپس از	او پس از	〃	۲۰	الجلابیب	الجلابیب				

اردو کلیات نظم حالی

مشتمل بر

نظم و نثر فارسی و عربی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک ہندوستان کے مسلمان بالطبع فارسی زبان میں نظم و نثر لکھنے اور خط کتابت کرنیکے عادی تھے جس شخص کو ادب سے مناسبت ہوتی تھی۔ وہ اکثر فارسی زبان کی شاعری اور انشاپردازی میں طبع آزمائی کرتا تھا اسکا سبب کچھ تو اسلاف کے طریقے کی پیروی کا خیال تھا جو عموماً اسی زبان میں تصنیف و تالیف کرتے تھے۔ اور کچھ یہ وجہ تھی کہ کہ اردو جو انکی مادری زبان تھی زیادہ تر بول چال میں اور اسیقدر شعر و سخن میں محدود تھی۔ اور ہر شخص کا یہ کام نہ تھا کہ پہلے ہی پہل شارع عام کے خلاف ہر قسم کی تحریروں میں اردو زبان کو استعمال کرسکے۔ بڑے بڑے ذی علم اور لائق اصحاب اردو زبان میں خط کتابت کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے چنانچہ اردو زبان کے قواعد[1] تک فارسی ہی میں لکھے گئے۔ اور اردو کے شاعروں کا تذکرہ[2] بھی فارسی ہی میں قلمبند کیا گیا ؎

ایک اور وجہ اردو زبان کا رواج نہ ہونے کی یہ تھی کہ اہل علم اور لائق اشخاص اردو میں تصنیف

[1] جیسے میر انشا اللہ خاں کی دریائے لطافت ۱۲ [2] جیسے تذکرہ گلشن بیخار مرتبہ نواب مصطفٰے خاں مرحوم ۱۲

[illegible] کو اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے۔ چنانچہ مذہبی اور علمی کتابیں اکثر عربی زبان میں اور کبھی فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے انقلاب سے وہ میلان کم ہونا شروع ہوا۔ اور آخرکار یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ دونوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کرنا یا نظم و نثر لکھنا موقوف ہی نہیں ہوا بلکہ بمقابلہ اُردو زبان کے محض فضول سمجھا جانے لگا۔ عربی علم ادب تو بہت دن پہلے مُلک سے رخصت ہو چکا تہا۔ مگر غالب مرحوم اور اُنکے معاصرین کے بعد فارسی شاعری اور انشاپردازی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مذکورۂ بالا انقلاب سے تقریبًا سولہ سترہ برس پہلے راقم کو فارسی نظم و نثر لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ لیکن ایک عرصہ تک وہ خیال میلان طبع کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ حُسنِ اتفاق سے ۱۸۶۳ء میں میرا تعلق جناب غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیرآباد ضلع بلندشہر کی سرکار میں جو کہ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ہو گیا۔ اور اس تعلق کی وجہ سے تقریبًا آٹھ نو برس اُنکی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ جناب ممدوح کا قیام ۱۸۵۷ء کے بعد سے زیادہ تر جہانگیرآباد میں رہنے لگا تھا جہاں مخاطب صحیح کمیاب تھا۔ اِسلیئے وہ فکر شعر کیطرف بہت کم متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب راقم وہاں رہنے لگا تو رفتہ رفتہ جناب ممدوح کا شوق ازسرِ نو تازہ ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت تک مجکو فارسی یا اُردو میں فکر شعر کرنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تہا۔ مگر جناب ممدوح کو اِدہر متوجہ دیکھکر میرے دلمیں بھی تحریک پیدا ہوئی۔

فارسی یا اُردو کی جس زمین میں وہ غزل لکھتے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک فرماتے۔ اِنہیں دنوں میں تنہائی اور قلتِ مشاغل کے سبب عربی ادب کی ہوس بھی دلمیں چٹکیاں لینے لگی۔ اگرچہ علم ادب کسی اُستاد سے باقاعدہ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہوا تھا۔ اور نہ کسی ادیب سے اصلاح لینے کا موقع ملا تھا۔ مگر چونکہ لٹریچر سے فی الجملہ مناسبت تھی۔ کبھی کبھی ڈکشنریوں کی مدد سے ادب کی آسان کتابیں

... شدہ ... بہاں تک نوبت پہنچی کہ عربی نظم و نثر ... ہندیوں کی طرح ...
جرات ہوئی ... فارسی اور اُسکے ساتھ عربی نظم و نثر میں بھی جیسا چاہیئے خامہ فرسائی کرتا۔ آخر
زمانہ آپہنچا کہ فارسی اور عربی کے مخاطب صحیح تمام ملک میں نایاب ہوگئے۔ اور دونوں زبانیں ہندوستان
کی مُردہ زبانوں میں شامل ہونے کے قابل ہوگئیں ٭

یہ تو ظاہر ہی کہ مادری زبان کے سوا دوسری زبان میں جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہو گو کہ وہ کیسی ہی
بے عیب ہو اہل زبان کی نظر میں اُسکی کچھہ وقعت نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ ہاں یہ ممکن ہو کہ اہلِ وطن
کے نزدیک قبولیت کا درجہ حاصل کرلے۔ لیکن جب اہلِ وطن کسی ملکی انقلاب کے سبب اُس غیر زبان سے
بیگانہ محض ہو جائیں۔ اور اُسکی جگہ ملک میں دوسری زبان قائم ہو جائے تو رفتہ رفتہ اُسکی شاعری اور
انشا پردازی کا چراغ ہمیشہ کے لیئے گل ہو جاتا ہی ٭

یہی حال آجکل ہندوستان میں فارسی اور عربی لٹریچر کا ہی۔ دونوں زبانوں کی نظم و نثر کے
مسودے جو کبھی کسی کے لکھے ہوئے پڑے تھے۔ اُنکی نسبت متردد تھا کہ انکو کیا کیا جائے۔ قوم میں
کوئی ایسی محفوظ لائبریری نظر نہ آتی تھی جہاں افراد قوم کے ورکس اچھے یا بُرے احتیاط کے ساتھ
رکھے جائیں۔ پھر اہلِ وطن کا اِن دونوں زبانوں سے عموماً ناآشنا ہونا اپنے اُس قدیم شعر کا مضمون
یاد دلاتا تھا ؎

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا یہ دفتر کسی دن ڈبونا پڑے گا

لیکن مذکورہ بالا مسودات کچھ تو اِس وجہ سے کہ بڑی کاوش سے لکھے گئے تھے اور زیادہ تر
اِس خیال سے کہ قومی خصوصیات کی یادگار تھے۔ انکو رائیگاں کھونا گوارا نہوا۔ چنانچہ تمام بیچے جتنے
بہم پہنچ سکے اِدہر اُدہر سے فراہم کیئے گئے۔ اور ذیل کی ترتیب کے ساتھ اِس مجموعے میں جو کلیاتِ نظم اُردو
کے آخر میں بطور ضمیمے کے ملحق کیا جائے گا۔ داخل کیئے گئے۔ یعنی اول نظم فارسی۔ اُسکے بعد نثر فارسی

[illegible] نظم و نثر عربی

یہ ضمیمہ اگرچہ کم و بیش فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ مگر عربی کلام اسقدر قلیل ہے کہ اسکا عدم اور وجود برابر ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر اُسمیں ایک قصیدہ حضرت مولانا و سیدنا شاہ عبد الغنی النقشبندی المجددی قدس سرہٗ کی شان میں نہوتا۔ جو تقریباً سنہ ۱۲۸۳ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا۔ اور جسکی نسبت جناب ممدوح نے بعض اُدبائے مدینہ کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ تو راقم کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنا عربی کلام اس ضمیمہ میں داخل کرنے کی مبادرت کرتا۔

حالی

ازمقام

پانی پت

نظم فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزلیات

یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جبکہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بتدریج چلے آتے تھے۔ اُسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں جنکو معدودے چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق پبلک میں پیش کرنیکے لائق نہیں سمجھتا تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے اُنکو اس مجموعہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوا۔

اے تکیہ بعفو تو خطا را — وے ناز بخوف تو رجا را
حاجت کند از طرب فراموش — خوانی چو بسوئے خود گدا را
جا در دلِ خویش ہم نیابد — رائی زدرت چو پادشا را
علت تو بری و باز بندی — بر صنعتِ دیگراں شفا را
تاثیر زتست مصلحت را — بدنام نمودۂ دوا را
بازار صبا نمودۂ گرم — برہم زدہ طرۂ دوتا را
با مشعلۂ ہزار اُمید — پوشیدہ سُراغ مدعا را
در روشنئ ہزار خورشید — گم ساختہ چشمۂ بقا را

برقے ز اُفق بروں جہاندہ | برپا زدہ در رہش گیا را
زہرے بگلوئے جاں فشاندہ | لب تشنۂ خویشش کردہ مارا
در بُردنِ صبر دادہ دستے | ق | اندازِ بُتانِ دلربا را
از غیر گسستہ اندک اندک | دلہائے بالفت آشنا را
ہر یک ز قیاس و علم و ادراک | ق | از نورِ تو شد حجاب مارا
ایں پردہ کہ مُتّہم بکشف است | بردار ز روئے عالم آرا
از آئینہ ام بجز مثالت | ہم زنگ زدا و ہم جلا را
زخمے ز تو بے نمک نخواہم | ہم درد فرست و ہم دوا را
رازِ تو بلب نمی پسندم | ہم ساز بسوز و ہم نوا را
از سختیٔ دہر رو نتابم | دانم کرمِ ستم نما را
از شعلۂ دل بجاں خبر کن | مہمل مگذار کیمیا را
زشتیم ز فرق تا قدم زشت | مارا در چشم ما میارا
کردیم گناہ و فاش گفتیم | بپذیر گناہ بے ریا را
حرفِ طلبت بلب نہ زیبد | انداختیم از میاں دعا را
تا بر کرمِ تو تکیہ دارم | در راہ فگندہ ام عصا را
حالی! چہ زنی تو دم ز توحید | چوں نا بلدی رہِ خدا را
جائے کہ بعجز اعتراف است | خیلِ عرفا و انبیا را
آنجا چہ مجال نطق باشد | ہر یافہ سرائے ژاژ خا را
اینجا جز خامشی نہ زیبد | نا محرمِ سرِّ کبریا را

از بامِ بلند به که داری معذور کمندِ نارسا را

چوں نهد گوش بر ترانهٔ ما رود از یادِ ما فسانهٔ ما
درد میبارد از ترانهٔ ما حذر از گرمیٔ زبانهٔ ما
دردِ دلها شنیدهٔ بسیار اندکے گوش کن ترانهٔ ما
بایدت قدرِ خویشتن دانست پائے بیروں منه ز خانهٔ ما
در سراب آبِ خضر میجوئی اے وفا جسته در زمانهٔ ما
گوهرے کز دو کون بیروں است میتواں یافت در خزانهٔ ما
زیرِ لب ناگشوده طومار یست کاش پرسی ز ما فسانهٔ ما
برق کز طور داشتند دریغ سر برآورد ز آشیانهٔ ما
قدرِ حالی ز قوم کس نشناخت حاجت رفت از میانهٔ ما

خاکساری از جہانے دیگر است ایں[1] زمیں را آسمانے دیگر است
شیخ معبودت نه معبودِ من است سجده ام بر آستانے دیگر است
با ہزاراں رنگ باید ساختن یار را ہر لحظه شانے دیگر است
اہلِ دیں معذور دارندم که من آنچه گویم از زبانے دیگر است
ہم تغافل ہم تطاول دیده ام عشقِ مرد امتحانے دیگر است
دل که بود از چشمِ مورے تنگ تر چوں نظر کردم جہانے دیگر است

سلہ یہ مصرعہ نادانستہ نشاط کے مصرع سے لڑگیا ہے ۱۲

برنتابد دل مدارائے کسے — در سرشیں مہمانے دیگر است
بوۂ طیب سنبل زلفم زباد — ایں نسیم از بوستانے دیگر است
منتہائے راہِ عشق افتادگی است — منزلِ ما رانشانے دیگر است
قیس و وامق مرد راہِ من نیند — اندریں رہ کاروانے دیگر است
من ز رویش حسن معنی دیدہ ام — آنچہ دل بردہ است آنے دیگر است
کار حالی نیست کارِ احمدؒ است — در رہِ عشقت رابیانے دیگر است

یار با تست گرت جذبۂ گیرائے ہست — یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائے ہست
مے پسندی کہ ز بزم تو خجل برخیزم — بہ سخن گر نتواں آمدن ایمائے ہست
گو ملامت گر ما دل بہ نکوہش مخراش — یوسفے ہست گرت تابِ تماشائے ہست
گر دلش چرخ بکامِ و جہاں ہیچ ہیم — در دلِ ماست ہمہ را کہ تمنائے ہست
چوں مِن غمزدہ ناکام ہمے باید زیست — ہر کرا در شبِ راحت غم فردائے ہست
جائے دہ بر درِ خود ور تو برانی اندیش — نتواں یافت کہ در کون و مکاں جائے ہست
رنجش یا خوشی و لطف و مدارات یکیست — خستہ را کہ چو من کار بہ خود رائے ہست
بز خند باش گر اُو را بہ سخن سے آری — حالیٔ تفتہ دروں را دمِ گیرائے ہست

غمش تا جاں بود با جاں ضرور است — وگر خود جاں نباشد آں ضرور است

لہ این مصرع از حضرت احمد جام است قدس سرہ کہ در مطلع غزل خود میفرمایند ۔
در رہِ عشقت رابیانے دیگر است — مرد ایں رہ رانشانے دیگر است

ز تکلیفِ تو دانستم کہ در عشق	نباشد آنچہ در امکاں ضرورست
چو بستم خواجہ نافرماں نوازست	سرم پیچیدن از فرماں ضرورست
بطبعم سازگار افتاد دردش	مرا پرہیز از درماں ضرورست
ز عاشق دوست دارد بینوائی	گذشتن از سر و ساماں ضرورست
کشد چوں تیغ بر سر جاں بر افشاں	سپاسے در خورِ احساں ضرورست
کمندِ جذبۂ دل در کمین است	خلاصِ یوسف از زنداں ضرورست
بفرمانش دہم سر تا بدانند	کہ پاسِ خاطرِ یاراں ضرورست
چو پیر رفت از جہاں میگفت حالی	قبولِ عشق را حرماں ضرورست

من و از مے دو سہ پیمانہ و یار و لبِ کشت	نہ ز دوزخ بدلم بیم و نہ پروائے بہشت
ترسم ایں حُسنِ قبولت بَرَد از راہِ صفا	خواجہ وقتست کہ از کعبہ روی سوئے کنشت
پردہ گر بر فتد از نفسِ حسرونت بینی	ہمہ پاکیزہ نہاد و ہمہ پاکیزہ سرشت
گر بگیرد ہمہ عیب است چہ عیب و چہ ہنر	ور پذیرد ہمہ زیباست چہ زیبا و چہ زشت
عمر ما از تو بناکام ہمی باید زیست	وائے آنکس کہ ز کف دامنِ امید نہشت
ترسم از کعبہ بری حسرتِ دیدار بخویش	اے فرو ماندہ بہ نظارۂ سنگ و گلِ و خشت
ہر قسم را نبود حُسنِ قبول ارزانی	ورنہ حافظ چہ نوشت ست کہ حالی ننوشت

صید عنقاست پریدیم عبث	راہ دورست دویدیم عبث
بود زہرے بہ شکر آلودہ	لذتِ وصل چشیدیم عبث

جذبہ آمد و بمنزل برد
راه یکچند بریدیم عبث

گوش و لب محرمِ راز نداشت
هرچه گفتند و شنیدیم عبث

بود در ظرفِ مغاں آبِ بقا
منتِ خضر کشیدیم عبث

دل همان بتکده پندار است
جائے در کعبه گزیدیم عبث

جنیبِ دل داشت زمامش در کف
از پئے ناقه دویدیم عبث

عشق از خویش بریدن میخواست
حالی از خلق بریدیم عبث

* * *

روزِ محشر که ز هر شیخ و برهمن پرسند
سر بهم قصهٔ شوق تو چو از من پرسند

دل ربایند و بما صبر و شکیب آموزند
جاں ستانند و ز ما باعثِ شیون پرسند

بگذر از وسوسهٔ عقل که اربابِ طلب
راه از غولِ ره و چاره ز رهزن پرسند

پارهٔ بے خبری نطق مرا در کار است
مے بیارند و ز من نکتهٔ هر فن پرسند

روئے از فرع به اصل آر که اربابِ طلب
گل ببینند و سراغِ رهِ گلشن پرسند

بنده را نیست مجالِ سخن آنجا حالی
ورنه افسانه دراز است گر از من پرسند

* * *

بیا که جان و دل از غم کرانه میخواهند
ز رشک خار بچشمِ زمانه میخواهند

ز جورهائے تو در سینه نیست گردِ ملال
بصلح با تو سخن در میانه میخواهند

خوش است آشتی اما پس از شکایتها
که دوستاں گلهٔ دوستانه میخواهند

ادب ز حرفِ طلب بسته است کام و زباں
وگرنه از تو حریفاں چها نه میخواهند

به گلشنے که منم طائرانِ آزاد اند
بروں ز کون و مکاں آشیانه میخواهند

شدیم شہرۂ عالم بعشق و بیدرداں ہنوز از غمِ پنہاں نشانہ میخواہند
تن فتادہ دراں رہگذار مے طلبند سرِ بریدہ بر آں آستانہ میخواہند
رسید بزم بپایان و گوشہا باز است نشیدِ حالی جادو ترانہ میخواہند

بے سبب رنجی و گوئی گلہ زیبا نبود طاقتِ جورِ تو در حوصلۂ ما نبود
سعی اگر نیست بجا ذوقِ طلب خود چہ کم است رہرو آں بہ کہ ز رفتار شکیبا نبود
مردِ صبریم و رضا لیک بہنگامِ وداع بازوئے ہمتِ ما نیز توانا نبود
لطفِ طاعت چہ بود نیست اگر ذوقِ نظر نہ پرستم صنمے را کہ خود آرا نبود
مے درد در رشکِ عدو پردۂ طاقت زد غمِ عشقِ تو چنیں حوصلہ فرسا نبود
مجلسِ وعظ ملامت گہ ما غمزدگاں کم نشینیم بہ بزمے کہ مدارا نبود
ہمہ و غیر میا گر بخیالم گذری جز تو در سینہ ام از تنگیٔ دل جا نبود
قدرِ استادیٔ من بردہ خود سنج کہ من باز گردم در فردوس اگر وا نبود
فتنۂ حشر بپا گشتہ و حالی بگماں کایں ہم از شعبدۂ آں قدِ رعنا نبود

برقع برخ افگندہ و ہر سو نگرانند فریاد کہ ایں پردگیاں پردہ درانند
از زلف و رخ آشوبِ دلِ بوالہوسانند در ناز و ادا فتنۂ صاحب نظرانند
جاں داروئے عشاق و بکامِ دلِ اغیار عمرا بدِ ما و نصیبِ دگرانند
صد حرف غلط گفتہ بخاطر بنشانند صد تیرِ خطا کردہ ز دل درگذرانند
سازند و بسوزند و گرایند و ربایند زنہار ازیں قوم کہ پُر فتنہ گرانند

از چشمِ جہاں بیں چو زیاں اہلِ نظر را　　ہر سوے کہ بینند بسوئے نگرانند
آشفتگیٔ نغمۂ مستان نہ ز ہوش است　　معذور تواں داشت کہ آشفتہ سرانند
حدِ نظر آنست کہ رویش نتواں دید　　پیداست کہ ایں مدعیاں بے بصرانند
امید کہ از راز خبر داشتہ باشند　　دیوانہ دلانے کہ ز خود بے خبرانند
حالی تو ہر حرف و صد نکتہ نہفت است　　سنجند دریں بزم اگر نکتہ ورانند

عالم ہمہ در بند تمنائے تو باشد　　گر صوفی و گر زند کہ شیدائے تو باشد
آتش زنِ صد خرمن و ویراں کنِ صد کشت　　برقیست کہ در نرگسِ شہلائے تو باشد
آں سادہ کہ در عہدِ تو خرسند بہ ہیچ است　　دل باختۂ لطف و مدارائے تو باشد
خرسند نمے سازیٔ و غمگیں نہ پسندی　　ناکام کسے کش سرِ سودائے تو باشد
نومید مکن ورنہ محال است کہ کس را　　یارائے غمِ حوصلہ فرسائے تو باشد
یارائے صوابت چہ کنم رائے جہاں را　　اے رائے جہاں در گروِ رائے تو باشد
تابِ تبِ صد شعلہ و بیتابیٔ صد برق　　ریزند در آں دل کہ تمنائے تو باشد
بر مرگ نہم دل کہ علاجِ دلِ بیمار　　شرط است کہ از لعلِ دل آسائے تو باشد
آنکس کہ بلرزد تنش از مژدۂ دیدار　　دانم کہ نگر مرد تماشائے تو باشد
با حالیِ بیچارہ تواں ساخت کہ مسکیں　　ہم بندہ و ہم عاشقِ شیدائے تو باشد

ہر دم از عشق خدنگے بہ نشاں مے آید　　اندک اندک دلم از غصہ بجاں مے آید
جاں گدازند بلطف و بغضب شاد کنند　　ہرچہ خواہید ازیں عشوہ گراں مے آید

بعد ازیں راز بصد پردہ نہاں نتواں داشت | عشق مے آید و با طبل و نشاں مے آید
در بہاراں بہ تماشائے گل انجا نروی | تا نفس راست کنی فصل خزاں مے آید
سوئے من آمدہ مشتاق و نظر زِ نگہش | مے تراود کہ بسوئے دگراں مے آید
دوش چیزے ز سخن ہائے محبت نگذاشت | بجز آں حرف کہ از دل بزباں مے آید
عجب از خود کنم و سوئے فلک مے بینم | چوں خدنگِ تو بسویم ز کماں مے آید
چوں نہ محرمِ اسرار ہماں در دل ماست | بر زباں ہر چہ ز اسرارِ نہاں مے آید
یار چوں نیست موافق چہ داغ و چہ وصال | مے رود ناخوش و ناخوش تر ازاں مے آید
حالی زار گرفتم کہ وفادار کسے است | زہ و بینی کہ ز دستِ تو بجاں مے آید

شوقے بدوست راہنما داشتم چہ شد | دردے بہ از ہزار دوا داشتم چہ شد
عمریست دل بہ بند پیامِ وصال نیست | چشمے بہ رہگذار صبا داشتم چہ شد
در دست جامِ بادہ و در دل ہوائے دوست | وقتے چو اہلِ دل بصفا داشتم چہ شد
افتادہ زیرِ سایۂ دیوار حسرتم | بر فرقِ خویش ظلِ ہما داشتم چہ شد
سود و زیانِ خویش نہ بروے مراز جا | پنہاں بہ او معاملہا داشتم چہ شد
یادم کنوں نماندہ کہ پیماں چہ بودہ است | در سینہ خارخارِ وفا داشتم چہ شد
کارم ز سعیِ خضر بجائے نمے رسد | در ظرفِ خویش آبِ بقا داشتم چہ شد
آوارگی بہ برد ہوائے وطن زیاد | زیں پیش روئے خود بقفا داشتم چہ شد

حالی خوش آنکہ بود مرا تکیہ بر وفا
ذوقے بدل ز جور و جفا داشتم چہ شد

لب بہرہ ز رازِ ما ندارد — خود زمزمہ سازِ ما ندارد
ہر جا صنمے ست معبدِ ماست — یک قبلہ نمازِ ما ندارد
بر نالۂ ما دلش نہ سوزد — آنکس کہ گدازِ ما ندارد
آں گوش کہ پُر ز حرف و صوت ست — گنجائیِ رازِ ما ندارد
کارم بہ کسے فتادہ کز ناز — پروائے نیازِ ما ندارد
گر ہر دو جہاں فراہم آرند — اندازۂ آزِ ما ندارد
حالی گلہ جفائے دوراں — صوتے ست کہ سازِ ما ندارد

دلے خواہم کہ چوں پروانہ سوزد — فتد در آتش و مردانہ سوزد
زید آوارہ و میرد بنا کام — دل از رشکم بر آں دیوانہ سوزد
تبہ کردست جورِ آشنایم — بحالِ من دلِ بیگانہ سوزد
بکُنجِ خانہ شمعے مے فروزم — کہ چوں در گیرد اوّل خانہ سوزد
دلے راکش بدوزخ سوختن تواں — فروغے از رخِ جانانہ سوزد
فروغ از من کسے جز من نگیرد — من آں شمعم کہ در ویرانہ سوزد
گر از من بشنوی دود حالی — بہ چشمت خواب زیں افسانہ سوزد

غزل ناتمام

در گلستاں بلبل و در انجمن پروانہ ام — من بہر جا محو نیرنگ رخِ جانانہ ام
محرمیت نیست دل را باہزاراں قرب دوست — یار گرمِ آشنائی ہا و من بیگانہ ام
خضرِ راہِ منزلِ مقصود جز توفیق نیست — زاین و آں پرسم نشانِ او و مگر دیوانہ ام

عشق اگر کیش ست ملت ناکہن خواہد شدن — منبرے ہر گوشہ از دار و رسن خواہد شدن
گر عنانِ بادِ مصر اندر کفِ جذبِ دل است — رنگ یوسف جملہ بوئے پیرہن خواہد شدن
عمر ہا شد تشنۂ آبِ دمِ شمشیرِ تست — تیغ برکش ورنہ جاں بیروں زتن خواہد شدن
میدمد گل ہر کجا پائے نگاریں مے نہی — جادہ چوں از سیر بازآئی چمن خواہد شدن
شکوہ گر برلب نیاید عاقبت کیں مے شود — زخم را درماں نباشد چوں کہن خواہد شدن
صید تا افگندہ محوِ دست و بازوئے خود است — ایں جواں روزے شکارِ خویشتن خواہد شدن
زینکہ شد ہمخوابہ خسرو نیز زد نیم جو — گرمیِ بازارِ شیریں کوہکن خواہد شدن
در غریبی طرح الفت افگنم با ہر کسے — در دلِ گبر و مسلمانم وطن خواہد شدن
یار در کوچست و من خاموش و جاں بیتاب گریہ — جذب در دل نیست کار از دستِ من خواہد شدن
دوست پر تمکین و حالی از ادب بسیار دور — دیر باز و ہمنشین و ہم سخن خواہد شدن

غزل ناتمام

بے نورِ صفائے دل پنہاں شدہ ہر پیدا — اے شب تو بہ پایاں رس اے مہر درخشاں شو
گر بازوئے ہمت ہست دستے بگریباں زن — ور پائے ارادت ہست لختے بہ بیاباں شو
تنہائی و رنجوری وانگہ غمِ مہجوری — اے مشکلِ من بگشا اے مردنم آساں شو
شوخے ست کہ نگذارد بر ملتِ خود کس را — اے شیخ ز دیں برگرد اے گبر مسلماں شو
ساقی بہ قدح بخشی گو توبۂ ما بشکن — مطرب بنوا سنجی گو رہزنِ ایماں شو
ہم بادہ و ہم بادم خور ہم بوسہ پیاپے دہ — بے پردہ تر از گل آئے چوں بوئے گل الماں شو
اے پرتو نقاب از تست خود جلوہ حجاب از تست — از خود بجدا پیوند و ز خویش برآں شو

حالی بہ سخن خواہی رفتن زپئے غالب — دولت بغلط نبود از سعیِ پشیماں شو

نگرود از تو ہرگز سیری چشم تماشائی — اگر برؐ بر دیدہ بنشینی و گردِ دل فرود آئی
نگنجد با تو ایں ہنگامہ ہا در شانِ یکتائی — تو چندیں عالمے با خویشتن داری و تنہائی
ترا شایاں بود خوبی کہ بیمہری و محبوبی — ترا زیبد دل آرائی کہ بدخوئی و زیبائی
بتو چشم و گوش نکشائی و شد بہر تو ارزانی — بگلشن چہرہ آرائی بہ بلبل نغمہ پیرائی
نہ در بزم مغاں راہست نہ در کوئے گدا گاہست — تو اندر بندِ مستوری چہ دانی ذوق رسوائی
سرِ راہِ خدا داری و دل سوئے وفا داری — تو زانساں رہبری از رہ کہ نپذیرند و آئی
گواہِ بیگناہی ہائے خود دارد جہانے را — تو دستِ خود بخونِ حالیِ مسکیں نیالائی

تخمیس غزل نعتیہ جناب مرزا غالب مرحوم کہ در حیات ایشاں نوشتہ شدہ بود

اعجاز از خواص لسانِ محمدؐ است — عین الحیٰوۃ گم بدہانِ محمدؐ است
گر نور و گر ہدیٰ کہ از آنِ محمدؐ است — حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است

ای خامہ وصفِ قامتِ معشوق کم نگار — اے دل سخن ز رستہ قدانِ میان میار
قمری زند کہ سرو نفس را بگاہ دار — واعظ حدیثِ سایہ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا سخن ز سروِ روانِ محمدؐ است

شاہد بقتلِ عاشق و عاشق بخالِ خد — مجنوں بپائے لیلیٰ و لیلیٰ بفرقِ خود

ؐ یہ مصرعہ حضرت میر حسن سنجری رح کی غزل سے لیا گیا ہے جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے کہ تو نور عینی ای مہرو تو جانِ جانی ای جاناں"

مومن بآلِ احمدؐ و آلش بروحِ جد — هر کس قسم بدانچه عزیزست میخورد
سوگندِ کردگار بجانِ محمدؐ ست

آنجا که از مناقبِ عترت سخن رود — وز آل و از صحابه و امت سخن رود
وان کاینهمه ز ختمِ رسالت سخن رود — ور خود ز نقشِ مُهرِ نبوت سخن رود
آن نیز نامور ز نشانِ محمدؐ است

حکمش بمهر و ماه روان ست چون قضا — دیدی که بازگشتن خورشید بر قفا
بوده است بر اشارهٔ ابروئے مصطفیٰؐ — بنگر و نیمه گشتنِ ماهِ تمام را
کان نیمه جنبشے ز بنانِ محمدؐ است

دانی ز پیشِ چشمِ تو برخیز دار حجاب — کز نورِ شمع پردهٔ فانوس راست تاب
باشد ظهورِ روشنیِ عارض از نقاب — آئینه وار پرتوِ مهرست ماهتاب
شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است

بینی اگر بدیدهٔ ادراک وارسی — گوئی اگر بعالمِ ادراک وارسی
سنجی اگر بمرتبۂ خاک وارسی — دانی اگر بمعنیِ لولاک وارسی
خود هر چه از حق است از آنِ محمدؐ است

لطفِ خداست گر بسرِ کس نهاد دست — قهرِ خداست چون ز سر کین بحمله جست
واندر کسے که شد زِ رمے مادمیت مست — تیرِ قضا هر آئینه در ترکشِ حق است
اما کشادِ آن ز کمانِ محمدؐ است

همت بمدحِ شهٔ من چو حالی گماشتیم — گفتیم و از نگاشتنی ها نگاشتیم
چون کام و لب فراخورِ وصفش نداشتیم — غالب ثنائے خواجه به یزدان گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

رباعیات

توحید

دل زادۂ شوقت چہ ولی تو چہ نبیؐ سودا زدہ ات ہم عجمی ہم عربی
دل از تو تسلی نتواں کرد بہ ہیچ اے خوشتر از آب سرد در تشنہ لبی

ایضاً

یا رب کرمے کہ شرمسار آمدہ ایم سرمایۂ ناکسی بہ بار آمدہ ایم
شایستۂ دوزخیم و جویائے بہشت در یاب کہ پُر امیدوار آمدہ ایم

اخلاق

سر بر غمِ سراز خاکِ پائے ہمہ باش دلہا مخراش و در رضائے ہمہ باش
با خلق نیا میختن از خامیِ تست ترکِ ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش

دیگر

سر نِہ بدرے و خاکِ پائے ہمہ باش دل دِہ بہ یکے و دلربائے ہمہ باش
خواہی شوی آشنائے بیگانہ نما بیگانۂ آشنا نمائے ہمہ باش

دیگر

اے آنکہ زحلّہ صداقت عُوری بنشیں برِ یا بنشیں مجبوری
کس از دلِ دشمنانِ خود دُور مباد چندانکہ تو از خاطرِ یاراں دوری

دیگر

اے ہیچ بہ ہیچ خود نمائی تا چند
خود بینی و خویشتن ستائی تا چند

چوں میدانی کہ جز کفِ خاک نۂ
پس ایں ہمہ دعویِ خدائی تا چند

دیگر

از شعر و سخن گوشِ جہاں کرٗ بادا
ویں مشغلۂ بیہدہ کمتر بادا

بر ہر کہ دعاے بدکنم مے گویم
یارب کہ گراں مایہ سخنور بادا

دیگر

چندے بہواے گلعذاراں بگذشت
لختے دربندِ روزگاراں بگذشت

بر نامدہ کامِ دل شباب آخر شد
نشگفتہ گلے و نو بہاراں بگذشت

عزا

عباسؑ علی و اکبر آں غیرتِ ماہ
بودند شبیہہ احمدؐ و شیرِ الٰہ

در نوحۂ ایں ہر دو جواں بر لبِ شاہ
گہ وا آبتاہ بود گہ واجداہ

در شکریہ مہمان نوازی قاضی محمد خلیل صاحب بریلوی کہ در زمانہ قحط در بریلی گفتہ شد

ہر چند ز تیغ قحط خلقے ست قتیل
از بسکہ فلک بہ خاکیاں گشتہ بخیل

اما چہ غم از قحط کسے را کہ مدام
الوانِ نعم مے رسد از خوانِ خلیل

در شکر لطف و عنایت سید کرامت علی مرحوم صفا تخلص ہنگامِ وداع از پٹیالہ

حالی نشود محو ز لوحِ دلِ ما | لطفیکہ دمِ وداع فرمود صفا
گر قدرِ مسافراں بہ غربت این است | صدرہ بسفر میسرّ و صدرہ باز آ

در تاویلِ جراحتِ مولانا شبلی مدظلہ

شبلی کہ گزند پاش پرِ دل شکن ست | با خستگیش خجستگی مقترن است
چند انکہ بکاہد فزاید اینجا | کار استن چمن ز پیراستن است

در تاسف بر وفات یکے از فرزندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی متخلص بہ شاد

چرخ از پسِ داغ بر دلش داغ نہاد | او جز بہ سپاس ایزدی لب نکشاد
الحق کہ بہ غصہ شاد و خنداں بودن | زیں گونہ ندیدایم جز از حضرتِ شاد

رباعیات در شکریۂ شیرینی مرسلہ مولوی عبد العلی خاں والہ پروفیسر نظام کالج در حیدر آباد

دیدیم اخلاص و دوستداری آئیں | من بندۂ دوستانِ اخلاص گزیں
شیرینیے کہ یار شیریں بخشد | بروے بتواں فشاند جانِ شیریں

دیگر

والہ کہ بہ دمی نہ رسید آمد و شد | از مہر و وطن کرد دلِ حالی سرد
ہر سیرتِ نیک را تواں یافت عدیل | جز سیرتِ والہ کہ مرا والہ کرد

دیگر

بردانہ دلِ من چو صبر و دل از پہلوئے من ‏ افسونِ وفا و کرمِ اہلِ دکن

زینساں دل و صبر اگر بغارت ببرند ‏ مشکل کہ رسیم ما غریباں بوطن

در شانِ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ نیّر در فارسی و رخشاں در اردو

عمرے ست کہ دہلی جسدِ بیجان است ‏ وز قحطِ رجال سر بسر ویران است

با صد شکر کوکب سخنش ‏ روشن ز فروغ نیّر رخشان است

خطاب بحضرتِ ممتاز مرحوم[1]

اے مدحِ تو ضحکۂ جہاں کردہ مرا ‏ لطفِ تو خجل از این و آں کردہ مرا

حسنِ ظنِ تو کہ کردی اندر حقِ من ‏ زابنائے زمانہ بدگماں کردہ مرا

ایضاً

ممتاز آں آشنائے بیگانہ نما ‏ کز ہر سخنش ہمی چکد صدق و صفا

نادیدہ بجاں شوقِ لقایش دارم ‏ گر دست دہد جاں بر ہش روئے نما

ایضاً

اے پارسی و ریختہ ات ذوق انگیز ‏ وے نظم تو چوں نثر ہمہ الفت خیز

در پردہ سخن گفتی و رخ ننمودی ‏ بازار خود و آتش ما کردی تیز

[1] قاضی ممتاز حسین صاحب مرحوم متخلص بہ ممتاز وکیل و رئیس پیلی بھیت تھے اور ہمیل کہنہ مشق فارسی نظم و نثر کے نامور استاد تھے انہوں نے قدردانی کی راہ سے چند رباعیاں میری نسبت تحریر فرما کر بھیجی تھیں اُنکے جواب میں یہ تین رباعیاں میں نے بھی لکھی تھیں ۱۲ حالی

قصائد و قطعات وغیرہ

قصیدہ۔ در مدح جناب غفران مآب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں مرحوم رئیس مصطفٰے آباد۔ رام پور

اِس قصیدے کی تمہید اُس وقت لکھی گئی تھی جب کہ شاعرانہ خیالات میں پہلے ہی پہل انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور مبالغہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اُنہیں دنوں میں پہلا دربار قیصری منعقد ہونے والا تھا جو ۱۸۷۷ء میں بمقام دہلی وقوع میں آیا۔ جی میں آیا کہ اس تمہید کے بعد کسی ایسے قصیدے کی بنیاد ڈالی جائے جس میں بقدرِ امکان مبالغہ سے احتراز کیا جائے۔ چونکہ حضور نواب صاحب ممدوح سے فی الجملہ تعارف تھا۔ اور اُنہوں نے سرسید کی امداد میں سب سے پہلے سبقت کی تھی۔ اور دربار میں اُنکے شریک ہونے کی قوی اُمید تھی اسلیئے اُنہیں کو اس قصیدے کا ممدوح قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ علالت کی وجہ سے شریک دربار نہ ہو سکے۔ اور قصیدہ اُن کی خدمت میں بوجہ دلخواہ پیش نہ ہو سکا۔

سحر گہ پردہ بگرفتند چوں از زشتؔ و از زیبا — بدل گفتم کہ ایں نعمت آمد برتر از نعما
بگفتا نعمتے در قدر از ہم بیش و کم نبود — ز ساقی عین رحمت داں اگر جرعہ و گر مینا
ولے فرماندہ بیدار دل زیں اصل مستثنٰی است — کہ چوں او نعمتے نتواں نشاں داد از پئے دنیا
صلاحِ عالمے بارائے او وابستگی دارد — جہاں را چوں چمن میدان و او را چوں چمن پیرا
رعیت را چناں دارد کہ دارد گلہ را چوپاں — غمِ دلہا خورد زانسانکہ باز رگاں غمِ کالا
بہ روز از دادِ مظلوماں زمانے بر نیا ساید — بہ شب چوں پاسباں بیدار باشد بر درِ دلہا

یتیماں را پدروار اشک ہا از رخ فرو شوید غریباں را چو غمخواراں برآرد خارہا از پا
اگر بیوہ زنے نالد ز دست ناخدا ترسے بہ داد او رسد زاں پیش کاید بر لبش آوا
گدایاں را دہد بخشے کہ دلہا را غنی سازد ضعیفاں را دہد زورے کہ پیراں را کند برنا
گہے برہم زند یک شہر بر فریادِ مظلومے گہے یک جاں ستاند تا اماں بخشد جہانے را
مظالم را براندازد جہاں از فتنہ پردازد عدالت را برافرازد ستم را افگند از پا
ضعیفاں را تواں بخشد بمظلوماں اماں بخشد بہ محتاجاں چناں بخشد کہ حاجت را نماند جا
گمارد چوں باصلاحِ مفاسد ہمتِ خود را کند اصلاحِ آں چندانکہ سازد زشت را زیبا
فروزد شمعِ دیں زانساں کہ ظلمت از جہاں خیزد ہنر را پرورد چندانکہ گردد عیب ناپیدا
بصحبت برگزیند بخردانِ مصلحت جو را کہ پشتیبانِ ملک و دولت آمد صحبتِ دانا
شریعت را در امر و نہی دارد تکیہ گاہِ خود کہ چوں باشد عصا در دست ہر رہ را نہ لغزد پا
نہ سازد تکیہ در بیچارگی جز بر توانائے کہ ابکم را بہ بخشد نطق و اعمے را کند بینا
نباشد غرّہ در سرپنجگی بر زورِ بازوئے کہ گہ گہ تن بعجز اندر دہد از پشۂ تنہا
گر امروزش ہمہ سامانِ عیش و خرمی بخشند نہ سازد یا دلش از تلخیِ اندیشۂ فردا
جہاں را پر کند از عدل و از طغیاں تہی سازد ہمہ مقصودِ او ایں باشد از دنیا و ما فیہا
اگر از جائے خود جنبد زند صد فتنہ را برہم وگر خاموش بنشیند کند صد عقدہ از ہم وا
اگر لطف آورد آید بکامِ خلق شیریں تر از آں انفاسِ جاں پرور کہ کردے مردہ را احیا
وگر خشم آورد با مصلحت نزدیک تر باشد از آں لطفے کہ شوید گردِ کیں از خاطرِ اعدا
صلاحِ ہر یکے جوید چہ در پیدا چہ در پنہاں بود در بندِ احسانش اگر ناداں وگر دانا
بصورت ملتفت اما نہ بندد جز بمعنی دل بہ دنیا مشتغل اما نباشد فارغ از عقبیٰ

بہ وقتا در دیارِ خویش سر بر پا فشانندش — دگر افتد بملکِ غیر در چشمان نہندش جا
اگر خواہی جہاندارے چنیں بیدار دل بینی — بیا در خیمہ گاہِ دیں پناہِ خسرو والا
دریں جشنِ شہنشاہی کہ گوئی حشر اعیان ست — زمانے چشمِ دل بکشا و بنگر عین اعیاں را
سحابِ مکرمت **کلبِ علیخاں** آنکہ در عہدش — گدا از شاہ و مفلس از تونگر دارد استغنا
نیابی ہیچکس کش بار گردن نیست احسانش — چہ دولتمند مستغنی چہ عزلت گیرِ بے پروا
نہ تنہا صیتِ احسانش بہند افتاد و قطاعش — کہ شد آوازۂ جودش بلند از یثرب و بطحا
گر از لب بند بکشاید دمد بر گوش ہا افسوں — ور از رخ پردہ بردارد نظر ہا را کند شیدا
رخے روشن تر از مہر و سرے بالاتر از گردوں — کفے ریزندہ چوں ابر و دلے جوشندہ چوں دریا
جبیں انوار را مسکن ضمیر اسرار را مخزن — بروں زیبا دروں روشن زہے صورت زہے معنے

ق

خوشا وقتِ سخن سنجے کہ چوں باوج پرواز د — نگہدارد عنانِ خامہ را از جادۂ اطرا
کہ نبود ہمچو بیتے سادہ ۔ ہرگز کارگر در دل — اگر صد بیتِ رنگیں در ستایش کس کند انشا
دو صد اغراق با یک قول صادق بر نمی آید — فَاِنَّ الحَقَّ یَعلُو کُلَّ بُھتَانٍ وَّلَا یُعلٰی
بحمد اللہ کہ من مداحِ آں سر چشمۂ فضلم — کہ در فضل و کمالش ہر چہ گویم باشدش زیبا
بہر فن پایہ اش والا بہر علمش یدِ طولیٰ — بہر رمزے دلش دانا بہر صیدے کفش گیرا
بہر منزل گہش راہے بہر کویش گزرگاہے — بہر جایش علم برپا بہر راہش قدم پویا
بجائے کز ہنرمنداں کسے را در شمار آیند — ہنر نالد کہ مَن لِی غَیرُہٗ فِی الدِّینِ وَ الدُّنیَا
بوقتے کز جواں مرداں عزیزے در حساب آید — کرم گوید کہ مَا لِی دُونَہٗ مَنجیً وَّلَا مَاوٰی
بہ بزمے کز سخن سنجاں حدیثے در میاں افتد — سخن بر خویشتن بالد کہ ما از شاہ و شاہ از ما

سخن را برتری دادہ عبارت را تری اُو — او را دلبری، دادہ زہے منشی زہے انشا

معانی با نزاکت چوں ادا با حُسن ہم پیماں — مبانی با عذوبت چوں صبا با دوستی ہمپا

رباعی شیوۂ دارد کہ نتواں دید در جادو — غزل کیفیتے دارد کہ نتواں یافت در صہبا

رباعی بشنوی از بہرِ خاطف در رگماں نتی — غزل بینی زنی بر سنگ جامِ بادہ حمرا

جزالت با قصائد تواماں چوں اوج با کیواں — شگرفی با قوافی ہمعناں چوں موج با دریا

عروجِ پایۂ گاہِ مصطفٰے آباد را نازم — کہ دارد ایں چنیں فرمانروائے مملکت پیرا

ق

تواے کز وصف شیراز و صفاہاں قصّہا راندی — یکے در مصطفٰے آباد رفتہ چشم دل بکشا

نہ پندارم کزینساں دیدہ باشی در جہاں شہرے — ہنر را مسقط الراسے و دیں را ملجا و ماوٰے

بہر دکاں متاعِ علم و حکمت چیدہ تو برتو — بہر بزم اندروں روشن چراغِ ملّتِ بیضا

ہم از اہلِ صناعت کاملانش چار سو بینی — ہم از ارباب علم و فضل یابی فوج فوج اینجا

فقیہاں اجتہاد آثار و دانایاں فلاطوں رائے — حکیماں شہرہ در علم و طبیباں در عمل یکتا

گروہے از سخن سنجاں کہ باشند زاں ہمہ ہر یک — سخن را زندگانی بخش و معنی را حیات افزا

بموسیقی بسے از سحرکارانِ نکیسا دم — کہ نبود شاں چو بونصرے دریں رہ ہمسر و ہمتا

خوشا شہرے و فرخ شہریارِ نام بردارش — نگہدارد خدا ایں ہر دو را از ناخوشِ دنیا

ق

تواے کز سیرِ بنگاہِ[1] سرانِ ہند مے آئی — چہ آوردی بگو از جنس معنی ارمغاں ما را

گرفتم دیدہ از ملک و دولت بہرہ ور جمعے — ولے کم دیدہ باشی علم و دولت را بہم یکجا

[1] یہ خطاب ہے اُس فرضی شخص کیطرف جو گویا کہ درباری رئیسوں اور سرکاری مہمانوں کے ڈیروں اور خیموں کو دیکھکر واپس آیا ہے ۱۲

گشادستند بر روئے ہوا صد طبلہ عطاراں مشامے کو کہ دریابد شمیمِ عنبرِ سارا
بگلشن جلوۂ ہر نونہالے دیدنی دارد ولے در خاطرِ بلبل نگنجد جز گلِ رعنا
کسے کو باشد از پیرایۂ علم و ہنر عاری بچشمِ اہلِ دل ہیچ است اگر جمشید اگر دارا

ق

الا اے آنکہ از مدحش مرا طب اللسان ویدی نہ پنداری کہ فرِ مال و جاہم بردہ است از جا
سزاوارِ ستایش گر بہ تنہا سیم و زر بودے نمیکردند صدیقاں رم از صفرا[۱] و از بیضا
ولے با فرِ صورت حسنِ معنی جمع چوں دیدم نیارستم زباں بستن زشکر واہبِ یکتا
کہ در اسلامیاں از جنسِ ایشاں بہترے آورد بماں از علم لذت کش بعلم از مالِ بے پروا
نوید اہلِ جہاں آباد را کایں روز آں روز است کہ نازد ہر قدر ایں بقعہ بر خود باشدش زیبا
ورودِ[۲] حضرتِ نواب در دہلی بداں ماند کہ آب رفتہ سوئے آبداں باز آید از دریا
مرا ایں نغمہ بر لب بود کاواز بگوش آمد کہ پر شد ساغرِ امروز از ناکامیِ فردا
توقع داشتیم از مقدمِ نوابِ دیں پرور کہ روزے چند ایں ویرانہ گردد خویشتن آرا
ولے ناسازگاری ہائے بخت واژگوں نگذاشت کہ کشتِ خشکِ ما را تر کند ابرِ کرم فرما
برو حالی تحمل پیشہ کن در دہر خوش و ناخوش کہ سرے ہست پنہاں در عسیٰ ان تکرھوا شیئاً
ہلالِ عید را گر بینی و گر منتظر باشی فروغ افزاید آں در چشم و خرم دارد ایں دل را
خداوندا بحقِ آنکہ از اعجازِ انفاسش بدستِ پاکِ او سنگِ حصا را کردہ گویا

---

۱ یہ اشارہ ہے حضرت عمرؓ کے قول کیطرف کہ یا صفراءُ و یا بیضاءُ غرّی غیری یعنی اے سونے اور اے چاندی میرے سوا کسی اور کو دھوکا دینا ۱۲

۲ اسمیں اشارہ ہے اُس زمانہ کی طرف جبکہ نواب ممدوح کے والد ماجد نواب یوسف علیخاں مرحوم دہلی میں بحالت طالب علمی مقیم تھے۔ اور نواب ممدوح صغر سن میں اُنکے ساتھ یہیں رہتے تھے ۱۲

بہ بخشش ایں مہتر کہتر نوازِ فیض گستر را | نصیبے کامل از دنیا و از دیں بہرۂ اوفے
مدہ اندوہ و غم را در درونِ خاطرش راہے | کہ با جمعیتش وابستہ شد جمعیتِ دلہا
دگر۔ یاری دہد گر بختِ وقت آں آرزو دارم | کہ یکرہ بروشش خود را زنم چوں تشنہ بر دریا
تکلف نیست در ہر چہ از دعا و از ثنا گفتم | تو دانی حالِ ما یا عالما بالجہر و الاخفا

قطعہ بر وفات آنریبل نواب محمد علیخاں مرحوم متخلّص بہ شکی خلفِ اکبر حضرت نواب محمد مصطفےٰ خاں رحمہ اللہ رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر

دریغ از رحلتِ نواب شکی | کہ بود امید گاہِ حالیِ زار
بصورت گرچہ بود از دیدگاں دور | نبود از دل نہاں یک لحظہ زنہار
بیادِ صحبتِ دیرینۂ او | بدے روشن ترا از روزم شبِ تار
ز مرگِ خواجہ گم کردیم صد حیف | متاعِ کاسدِ خود را خریدار
دریغ آں شاد باش و شادمانی | دریغ آں کس مرنجاں کس میازار
دریغ آں عیدِ وصلِ گاہ گاہی | کہ مے آمد پس از یک سال یک بار
دریغ آں یادِ صحبت ہائے پیشیں | کہ مے شد تازہ از انشادِ اشعار
دریغ آں یادگارِ عہدِ اسلاف | کہ یاد از وضعِ شاں والے بکردار
قدیماں را نہ راندے از درِ خویش | وگر بودند مجرم یا خطا کار
بعمرِ خویشتن نگرفت گاہے | بجرمے خشم۔ بر خیلِ پرستار
مقرر داشت چوں رزقِ مقدر | بہر کس ہر چہ مے بخشید ادرار
چناں کایزد درِ روزی نہ بندد | بجرمے یا خطائے بر گنہگار

مُردنش گرچہ بہنگام نبود ست اما — عاقبت روزے ازیں جرعہ بہ بایست چشید
مُرد و با خویشتن از خلق بجز خیر نہ بُرد — ایں چنیں مرگ نکوتر ز حیاتِ جاوید

قطعہ در نوحۂ وفاتِ جناب مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین خاں مرحوم برادر خُرد وزیر الدولہ مغفور

آہ از مرگِ مشیر الدولہ آہ — آں عمادِ قوم و رکنِ خانداں
درسگاہِ قوم را پشت و پناہ — دودمانِ پھول را حرزِ اماں
آں بصورت انس و در سیرت مَلک — آں بدانش پیر و در ہمت جواں
آں بہ تدبیر و خرد بوذر جمہر — آں بہ حزم و رائے سولونِ زماں
آں بشورے یک مشیرِ پختہ کار — آں بہ دیواں یک دبیرِ کارداں
در سیاست از مفاسد برکنار — در دیانت از تعصب برکراں
آنچہ ملت "قوم" دیدہ است از رحلتش — باغِ خرّم مے نہ بیند از خزاں
آنچہ دولت را رسید از نہضتش — کم رسد گلزار را از مہرگاں
عمرہا باید کہ خیزد مثلِ او — بحرِ دے از سرزمینِ پھلکیاں
در کراچی چوں فراقش دست داد — بود گوئی آں فراقِ جاوداں
تا گرفتہ دم ز سیرِ سندھ آہ — کوس رحلت کوفت زیں باغِ جہاں
منتظر بودیم ازو پیغام را — کامدہ پیغامِ مرگش ناگہاں
جز نکوئی در خصالِ او ندید — ہیچکس ہم در عیاں ہم در نہاں
در صفا آئینۂ سِرّش چوں علن — از ریا پاکش نہاں ہمچوں عیاں

آہ ازاں مخدومِ خادم پرورے | مہرباں تر از پدر بر خادماں
آہ آہ آں خواجۂ مہماں نواز | از کرم منت پذیر از میہماں
آہ ازاں در شادی و غم پایدار | آہ ازاں در ناخوش و خوش شادماں
قصہ کوتہ بود یک فردِ فرید | کامدہ از وصفِ او قاصر زباں
از خرد پرسیدمش سالِ رحیل | گفت سالِ رحلتش مغفور داں
۱۲۳۹ھ

قطعہ[۱]

تو اے کہ رونقِ پیشینیاں بہم شکست | ز نظم و نثر تو کاندر زمانِ ما گفتی
چہ نغمہ ہا کہ بہ قانونِ ذوق سنجیدی | چہ بذلہ ہا کہ باندازِ دلربا گفتی
رسید نشۂ عرفاں چو ذکرِ مے راندی | شگفت خاطرِ یاراں گر از صبا گفتی
دوید ریشہ بدلہا چو حرفِ مہر زدی | دمید نخلِ تمنا چو از وفا گفتی
گہر بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی | اثر ز لفظ و ماندی اگر دعا گفتی
ہزار عقدۂ سربستہ باز بکشودی | ہزار نکتۂ پوشیدہ برملا گفتی
ز سیرِ تفرقہ و جمع قصہ ہا راندی | ز سیرِ انفس و آفاق رازہا گفتی
برآمد از دلِ بیگانگاں ترانۂ ذوق | بہ محفلے کہ سخن ہائے آشنا گفتی
لطیفہ ہا کہ بہ لفظ و بیاں نمے گنجید | تو چوں فرشتہ زغیب آمدی و واگفتی
بحقِ لطفِ کلامت کہ ہست بردلِ ما | کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

۵ل جس موقع پر یہ قطعہ لکھا گیا تھا اُس کے متعلق مفصل بحث یادگارِ غالب میں درج کر دی گئی ہے۔ اِس قطعہ میں مرزا غالب مرحوم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ اور جو مضامین اس قطعہ میں درج کیے گئے ہیں اُنکا ماحصل بغیر یادگارِ غالب کے دیکھے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتا ۱۲

تو اے کہ ہر سخنِ نغزِ تو بدل جا کرد — جز آں کہ در حقِ حالی برمز وا گفتی
ہر آنچہ گفتۂ اندر جوابِ عرضِ نیاز — خطا بود کہ بگیرم اگر خطا گفتی
ولے بعُذر بدہ از حرف چند با خویشم — کہ گر نہ گفتہ ام آخر تو از کجا گفتی
عجب کہ قاعدہ دانِ نیازمندی را — سفیہ و معجب و خود بین و خود نما گفتی
عجب کہ چاشنی اندوزِ خاکساری را — رہینِ ذوقِ نوا سنجیِ اَنا گفتی
عجب کہ منفعلے را ز نقدِ ناسرہ اش — بہ زرق در گروِ عرضِ کیمیا گفتی
نہ راہِ حرف بسویت نہ جائے من بلیت — جواب چیست اگر پرسم از کجا گفتی
اگر نہ روئے سخن با تو بود مے گفتم — چگونہ گفتی و چوں گفتی و چرا گفتی
ولیک شرطِ ادب نیست بر تو خُردہ گرفت — ہر آنچہ در حقِ من گفتۂ بجا گفتی

قطعۂ دیگر

تو اے کہ عذر فرستادۂ بسے بہی — سزد کہ جانِ گرامی بر آں نثار کنم
شکایتے کہ تواں گفت عینِ اخلاصش — گرم تو دوست شماری ہزار بار کنم
نماند قاعدۂ شکرِ بے ریا بجہاں — اساسِ دوستی از شکوہ استوار کنم
چہ شکوہ جز بہ تقاضائے دوستی نبود — ز غیرِ شکر و شکایت نہ دوستدار کنم
سرشت پاک و دل صاف دادہ اند مرا — بحرفِ تلخ ولے خالی از غبار کنم
خوش آنکہ ساز کنم از تو شکوۂ بیجا — تو اعتذار کنی و من افتخار کنم
خوش آنکہ عذرِ تو چوں در کند مرا بزمیں — وگر بہ پیشِ تو تمہیدِ اعتذار کنم
براں سرم کہ اگر مرگ اماں دہد زیں پس — ق — زکارہائے جہاں خاصہ ایں سہ کار کنم
ز کردہ توبہ نمایم ز گفتہ استغفار — دگر سپاسِ تو پنہان و آشکار کنم

ترجیع بند

مرثیۂ نواب مختار الملک سر سالار جنگ میر تراب علی خاں مرحوم مدار المہام سرکار عالی نظام کہ از طرف کمیٹی تعلیمی مدرسۃ العلوم علیگڈھ اشاعت یافتہ

دہشت ہر کس نزبان مدحت مختار الملک | کا مداز در خبر رحلتِ مختار الملک
تا چہ افتاد پس از نہضتِ مختار الملک | بر سر حشمت و جمعیت مختار الملک

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

لشکر از ماتم او چاک گریباں شدہ است | کشور از مردنِ او یکسرہ پژماں شدہ است
اے بسا چشم کزیں حادثہ گریاں شدہ است | حیدرآباد تو گوئی ہمہ بے جاں شدہ است

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

منتے ہست از و بر سر سرکارِ نظام | کہ بشکر شش نتواں کرد بصد سال قیام
ہم از و یافتہ عدلیتہ "دیوانی" و مالیتہ "مالگذاری" قوام | ہم بدو لشکر و ضبطیہ "پولیس" پذیرفت نظام

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

آہ کایں درد نہ دردیست کہ درماں دارد | ملک زیں واقعہ لرزہ در ارکاں دارد
قوم ازیں واقعہ انگشت بدنداں دارد | تا فلک در پس ایں پردہ چہ پنہاں دارد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

چشم اسلام ازیں غصہ بجوں تر گردید — ملت از حالتِ پیشینہ زبوں تر گردید
علمِ دیں کہ نگوں بود نگوں تر گردید — قیمتِ خواجہ پس از مرگ فزوں تر گردید

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

دوست تا دشمن او زو طمعِ یاری داشت — ملک از نیروے تدبیرش استواری داشت
دولتِ عہد ازو چشمِ وفاداری داشت — گردنِ قوم ز احسانش گرانباری داشت

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

آہ ازاں بذل و سماحت کہ نیابیش ہمال — آہ ازاں عقل و کفایت کہ نہ بینیش مثال
سپس از ہند چنیں مرد نہ خیزد صد سال — خاصہ از قوم کہ افتاد دراں قحطِ رجال

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

در علیگڈھ کہ نہادند عزیزاں بنیاد — درسگاہے کہ ز طوبےٰ ثمرش باد زیاد
تا بہ ہستی بود ایں قصر ہمایوں آباد — خلق در یاد جوانمردیِ او خواہد داد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

کیست در ہند کزیں غم لبِ حسرت نگزید — کیست از قوم کزیں غصہ گریباں نہ درید

تا بجائیکه چو ایں نالہ جانکاہ شنید حالیؔ گوشہ نشیں ہم زجگر آہ کشید

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاک کش سپری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

قصیدہ در تہنیت عید الفطر بجناب نواب سر آسماں جاہ بہادر مرحوم

صاحبا روز و شب بکامِ تو باد
صبح نوروز و عید شامِ تو باد

عیدِ سال ہزار و سیصد و شش
بر تو فرخندہ و بکامِ تو باد

شاہ نامیدہ آسماں جاہت
آسماں مفتخر ز نامِ تو باد

شاہ کرت ملک را سپردہ عناں
نظم اوقائم از قیامِ تو باد

شاہ از رائے تست فارغ بال
خلق خرسند از نظامِ تو باد

آرزو ہاست زندہ از کرمت
فتنہ ہا مردہ از حسامِ تو باد

گنج معمور و ملک آبادان
از بقائے شہ و دوامِ تو باد

قصرِ والا اساسِ ملکِ نظام
محکم از پشتیِ نظامِ تو باد

ہر کہ در چار سوئے ملکِ نظام
خیرہ و سرکش است رامِ تو باد

شرمساری عقوبتے است عظیم
عفوت از خصم انتقامِ تو باد

در سیاست گرہ برابرویت
خوشنما ہمچو لطفِ عامِ تو باد

برقِ تیغ تو خشک و تر سوزست
یارب آں برق در نیامِ تو باد

عدل زانسانکہ وجہ ہمتِ تست
ہمہ در ضبط اہتمامِ تو باد

در قضایائے صعب ملت و دیں
شرعِ خیر الورےٰ امامِ تو باد

در امورِ عظامِ دولت و ملک — بخداوند اعتصامِ تو باد
مقصدِ خلق طوفِ درگہِ تست — پرسشِ حالِ شاں مرامِ تو باد
ساز و برگِ دعائے مظلوماں — مایۂ عیشِ مستدامِ تو باد
بر زباں خلق را ستایشِ تست — در دلِ خلق احترامِ تو باد
اے مدار المہامِ ملکِ دکن — فتح دلہا خود از مہامِ تو باد
تا بنوشند بادہ اندر جام — بادۂ خوش دلی بجامِ تو باد
تا فشانند دانہ در تہ دام — دلِ عالم اسیرِ دامِ تو باد
ہر شمیمے کہ ناگوار آید — دور پیوستہ از مشامِ تو باد
ہر نسیمے کہ از جناں خیزد — طرب انگیز در خیامِ تو باد
در جہاں ہر کہ ہست چوں حالی — طالبِ کام و نازو نامِ تو باد

قصیدہ در تہنیتِ عیدِ اضحیٰ بجناب نواب سر آسماں جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی نظام

عیدِ اضحےٰ کہ قریں باد و روشِ ظفر — باد بر خواجہ ز عیدِ رمضاں فرخ تر
نائب السلطنۃ نواب بشیر الدولہ — عمدۃ الملک فلک جاہ امیرِ اکبر
آنکہ بر پا زدہ از نظم و سیاست حصنے — کز پئے ملک سپر بودہ ز ہر فتنہ و شر
آنکہ از لطف و کرم کردہ رواں شہر وسے — کہ خس و خارِ الم برد بروں از کشور
آں سپہرِ شرف و مجد کہ در جاہ و جلال — پایۂ اش برتر از آن ہست کہ گنجد بفکر
آں سپہرِ اوجِ کرامت کہ ز والا گہری — بے نیاز آمدہ از درج چو ماہ از زیور

ق

صاحبا عادتِ قومیست که در مدح و ثنا — هر یکے ساز کند نغمه به آهنگِ دگر
آں یکے جز به مدیحت نه کشاید لب بار — تا بدانند که جز مدح نه دارد در سر
واں دگر پیشتر از مدح ستاید خود را — تا فریبد دلِ ممدوح به اظهارِ هنر
جمعے از شکوۂ گردوں سخن آغاز کنند — که شکایت بود از شکر بدل گیراتر
قومے از مدح گرایند به تشبیب و غزل — کز نمک چاره نباشد چو بخورند شکر
بعد ازیں طائفه باشند که در وقتِ مدیح — دمبدم حسنِ طلب جلوه دهند از هر در
گر قصیدست وگر تهنیت اینست شعار — نکته سنجاں را در مدحِ عزیزاں بنگر
منکه جز خواجه کم آلوده ام اندر همه عمر — دهنِ خویش بمداحیِ ممدوحِ دگر
لاجرم خامه دریں مرحله پرپا بدست — مے نه داند که چساں طے کند ایں رهگذر
تهنیت خود سخنے بیش نباشد که درو — چوں بگویند مکرر نبود هیچ اثر
ور بجز محمدتِ خواجه نه راند حرفے — بتملق کندش دهر بهر شهر سمر
ور بعرضِ هنرِ خویش دکاں بکشاید — ایں خرافت نبود طبعِ زماں را درخور
ور به تشبیب و غزل روئے سخن آراید — نیست ایں زمزمه ها جز به جوانی اجدر
ور نهد بر طلبِ جائزه بنیادِ کلام — کرده باشد مگر از شرم و حیا قطعِ نظر
آنکه از مائدۂ فیضِ تو ادرار خورد — وانکه از نعمتِ تو بهره برد شام و سحر
دل رضا چوں دهدش کز تو عوض دارد چشم — بر سپاسے که ازاں هیچگهش نیست مفر
خامه زینجاست که از غایتِ حیرت زدگی — اندریں مرحله نشناخته پا را از سر
پس هماں به که کند ختمِ سخن را بدعا — که دمِ عجز بنا هد به دعا مدحت گر
تا کنند اهلِ سخن مدحِ ملوک و وزرا — تا ملوک و وزرا مرجعِ فضل اند و هنر

باد اوصافِ تو از مدح و ثنا مستغنی | گرچہ باشند بہ مدح تو عزیزان مضطر
باد در سایۂ محبوب علیخاں ایمن | دولتِ آصفی از ہر حدث و فتنہ و شر

قطعہ در سپاس لطف و کرم جناب کرنل ہالرائڈ و قتیکہ عنان ادارہ تعلیم پنجاب در دست ایشاں بود

اولاً شکر آنکہ فرمودی | حاجتِ بندہ بے دریغ روا
ثانیاً عذر آنکہ چندیں بار | آمدم از پئے صداعِ شما
آں شنیدی کہ گفت افلاطون | رنج بُرد آنکہ در نکوئیہا
رنج او عاقبت بہ پایاں رفت | لیک نیکی ہمیشہ ماند بجا
راست گویم گزاردن نتواں | حق لطفے کہ کردہ بر ما
مے کنم ختم بر دعا گفتار | کہ نیاید ز بندہ غیر دعا

ترتیب ماہ ہائے جلالی در نظم

آذر و دے بہمن اسفندار فرور دیں بہشت | باز خورداد ست و تیر ست امرداد ایجواں
باز شہریور سپس مہر ست و آباں بعد ازو | ہریک از ماہِ جلالی پیش تو کردم بیاں

فرد

چیدند خوان نعمتے چوں سیر شد دل از جہاں | دادند آب زندگی اما پس از نزعِ رواں

شکریہ مسٹر وٹن افسر محکمہ پرمٹ از طرف عزیزی انشاء اللہ خاں مرحوم دہلوی

فرزانہ امیر داد گر وٹن
کز داد و کرم زمانہ بنواخت

دستش بگرفت و زود بر داشت
آنرا کہ فلک زپا بر انداخت

بنواخت بقدر پایۂ او
آں را کہ زمانہ قدر نشناخت

اصلاح ادارۂ نمک کرد
زانساں کہ زہر خلل بپرداخت

آوازہ فگند داروگیرش
زاں گونہ کہ دزد زہرہ درباخت

ناخواستہ کام ما روا کرد
ناساختہ کارہائے ما ساخت

از فیض نیازمندیٔ اوست
انشا کہ زناز سر برافراخت

قطعہ بر طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق

جواں مرد آزادہ عاشق کہ نیست
در قسمرانِ خود کس مرا ورا قریں

نہ صیاد و ہموارہ از حسن خلق
پے صیدِ آزادگاں در کمیں

نہ سحار و پیوستہ زافسونِ نطق
کشد ز آشیاں باز و شیر از عریں

ہمے بارد از جبہہ اش انبساط
اگر مہرباں ہست و گر خشمگیں

نہ بنیش گہ سر کہ برابرواں
نہ یابیش افتادہ چیں بر جبیں

دو سال ست کافسون مہر و فاش
ربودست صبرم ز جانِ حزیں

دلے دیر پیوند نا آشنا
کہ بودست فارغ ز مہر و زکیں

ندانم کہ عاشق چہ افسوں دمید
کہ درباخت خود را بمہرش چنیں

سررشتہ ہیہات دادم زدست | سخن زاسماں بود و رفت از زمیں
کنوں رانم از طبع دیواں سخن | کہ شد جلوہ فرما بنوعے گزیں
دریں روزہا کز صروفِ زماں | سخن شد مُہان و سخنور مُہیں
عروسِ سخن سے نیرزد بہ جَو | بہ حُسن ار بود غیرتِ حورِ عیں
صد آباد بر عاشق و عزمِ او | کہ در دورِ ناسازگارے چنیں
ز معنی بہ بیگانہ و آشنا | فشاندست گنجینہ از آستیں

قصیدہ درشان جناب مستطاب ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں والیٔ دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہٗ وقتیکہ برائے ملاحظہ مدرسۃ العلوم در علیگڈھ نزولِ جلال فرمودہ بودند۔ ایں قصیدہ در مواجہہ ایشاں خواندہ شدہ بود

مے رسد گر فرقِ عزت بگذرد از فرقداں | میزبانے راکہ شاہے چوں تو باشد میہماں
گر بہ رقص آید درو دیوار کالج دور نیست | زیں طرب کامد بہ دیدارش امیرِ کامراں
دولتِ بیدار سُفت ماکہ شد مہمانِ ما | چوں تو مہمانِ عزیزِ قیصرِ ہندوستاں
زندہ۔ کاش امروز بودے بانیِ ایں درسگاہ | تا بدیدے پایۂ اش بالاتر از وہم و گماں
تا ہمہ امیدہا کاندر دل خود بستہ بود | از قدوم شہ بچشمِ خویشتن دیدے عیاں
اے سراجِ ملت و دیں اے امیر ابن امیر | اے جوابِ نامدار خویش شاہے کارداں
سنگ ہا کاندر رہِ تعلیمِ قوم آمد بہ پیش | داستانِ عبرت انگیزش نہ گنجد در بیاں
قصہ کوتہ جہل و دانش سالہا در جنگ بود | جہل میکوشید تا نگذارد از دانش نشاں

دولتِ ہند ار نہ بودے حامیِ ایں درسگاہ　　کوششِ بانی ہمہ برباد رفتے بے گماں

شکر للہ کز میاں برخاست آں جنگ و خلاف　　جملہ بر بستند بر امداد ایں کالج میاں

عاقبت مقبولیِ کالج بدیں غایت رسید　　تربیت گاہِ غریباں شد کنوں درگاہِ شہاں

شکر ایں کہتر نوازی کز قدومِ خویشتن　　اہلِ کالج را فزودی آبرو و عزّ و شاں

گر نویسد پارہ زاں نیست یارائے قلم　　ور بگوید اندکے زاں نیست نیروئے زباں

پس ہماں بہتر کہ گردد بر دعا ختمِ سخن　　زانکہ ناید جز دعائے خواجہ از ما بندگاں

تا ز تعلیم است و تلقینِ دین و دنیا فروغ　　تا بود وابستہ با علم و عمل نظمِ جہاں

ملتِ افغاں ز تدبیر تو اندر علم و فن　　گوئے سبقت بردہ - باد از جملہ ابنائے زماں

آں چناں کز نوعِ خود در زور و طاقت برتر است　　ہمچناں در علم و حکمت باد ممتاز - از جہاں

تا بود خیر و صلاحِ خلق در صلح و وفاق　　تا نہالِ دوستی بار آورد امن و اماں

اتحادِ دولتِ ہند و خداوند - امیر　　باد مستحکم بسانِ اتحادِ جسم و جاں

در شکر یاد آوری عالیجناب ہز ہائنیس امیر الامرا آنریبل نواب سر محمد علیخاں بہادر مستعد جنگ والیِ ریاست ام پور دام اقبالہم

کیست یا رب کز دلِ آزادگاں　　مدحِ او جوشد چو از فوارہ آب

کیست کز ذکرِ جمیلش در جہاں　　ہر کسے نادیدہ میخواند کتاب

کیست کز ذوقِ ثنایش در دوات　　خامہ رقصد چو برق اندر سحاب

کیست کز عیتِ نوالش چار سو　　تا فغاں را در دہن گردیدہ آب

کیست کز رویش بر افتد گر نقاب　　گوئی از مشرق بر آمد آفتاب

کیست کز خویش اگر حرفے رود — دفتر اخلاق شوئی باب باب

کیست کز وصفش اگر جویش نام — در زماں بر دل فرود آید جواب

شہ نشاں حامد علیخاں آنکہ نیست — جز نمودارے ز رویش ماہتاب

روئے او نور ضمیرش راگواہ — رائے او روے منیرش را جواب

خوئے او آمد دلیل خوئے او — گرد لیلے بایدت زور و متاب

کیست کز اکسیر اگر پرسی نشاں — بشنوی خاک درش از دل جواب

چوں ز خلوت پا نہد در جلوہ گاہ — یا کند در بزم جمعے را خطاب

چشمہا از گوشہا سبقت برد — گوشہا بر چشمہا آرد شتاب

بردہ رہ گوئی بہ آب زندگی — ہر کہ از لطف کلامش کامیاب

جاوداں ماندہ ز راحت بے نصیب — ہر کہ از اعراض او در پیچ و تاب

بر دلم نادیدہ بند مہر اوست — اے خوشا روزے کہ برخیزد حجاب

مہرباں بر خود گمانش کردہ ام — تا چہ تعبیر آرد ایں فرخندہ خواب

اے سلف را میوۂ نخل امید — وے نیاگاں را دعائے مستجاب

در جہاں باشی سلف را جانشیں — تا خلف ز ایشاں بود نائب مناب

نام آبا زندہ باد از نسبتت — تا پسر جوید ز آبا انتساب

تا حساب از عمر و از دولت کنند — دولت و عمر تو بادا بے حساب

سلہ مسند نشینی کے چند سال بعد نواب ممدوح نے خاکسار کو رامپور میں یاد فرمایا تھا۔ اُس وقت اول یہ قطعہ بھیجا گیا تھا اُسکے بعد راقم خود

ترکیب بند

مرثیۂ جناب مستطاب جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہٗ ۱۳۱۵ھ

بند اول

آہ ازیں تیرِ گُذارے کز کماں انداختند — آہ کز یک زخم قومے نیم جاں انداختند
اے عجب کز رحلتِ فردے ز افرادِ بشر — عالمے را از قیامت در گماں انداختند
اے عجب کز مُردنِ یک پیرِ مردِ سالخوردہ — تابِ تب در کودک و پیر و جواں انداختند
اے عجب کز سوز و اندوہِ وفاتِ مسلمے — مردُمِ ہر کیش را آتش بہ جاں انداختند
سیّد اندر قوم نقدے بود اندر کیسہ — کیسہ خالی ماندہ و نقد از میاں انداختند
قوم را سرمایۂ مجد و علا از دست رفت — بعد ازاں کایں گنج را در خاکداں انداختند
نو بہار آید دگر در باغِ قوم امید نیست — بعد ازو طرحِ خزانِ جاوداں انداختند
تا قیامت گوئی از تاراجِ ما فارغ شدند — کایں مصیبت بر سرِ اسلامیاں انداختند
اہلِ دیں بے یاور و دیں بے کس و بے یار ماند — ہرگہ ایں آوازہ در ہندوستاں انداختند

رفت و با خود رونقِ بزمِ مسلمانی بِبُرد
ملت از مرگش بشر مُردہ مسلمانی بمرد

بند دوم

آہ آہ از مرگِ دہر آشوبِ سیّد آہ آہ — آنکہ در ہر نا ملائم قوم را بودے پناہ
عہدہا ئی کاو بہ ملک و دین و دولت بستہ بود — تا ز تن جاں بر نیامد داشتے دائم نگاہ
مشکلِ یاراں اگر بودے ہمہ طوفانِ نوح — بر مثالِ کشتیِ نوح اندر و کردے شناہ

عمرہا کوشید تا شوید غبارِ سوءِ ظن گر نشیند از رعیت بر دلِ ارکانِ شاہ
چارہ ہا انگیخت تا طرحِ صداقت (درستی ۱۲) افگند در میانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاہ
کاروانِ قوم دور افتادہ بود از راہِ راست رفت و از بے راہہ برگرداند و آوردش براہ
در مصافِ (جنگ ۱۲) دہر بودن دین و ملت را سپر حج او این بود و اینش صوم و این بودش صلوٰۃ
سید القوم است ہر کس قوم را خدمت کند خدمتِ او بر سیادت بس بود او را گواہ
گرچہ از ما مے تواند صد چو سید آورد آنکہ لعل آرد ز سنگ و لالہ از خاکِ سیاہ
لیک قومے کز فراز اندر نشیب افتادہ اند
باز ہرگز در نیابد آنچہ از کف دادہ اند

بند سوم

میتواں در فضل و دانش شہرۂ دوراں شدن در فصاحت ہمچو سحباں در خرد لقماں شدن
میتواں در جاہ و ثروت گوئے از قاروں بُرد میتواں در زہد و طاعت غیرتِ صنعاں شدن
میتواں در ملک و دولت خسرو پرویز گشت میتواں در زور و طاقت رستمِ دستاں شدن
میتواں قطبِ زماں شد میتواں شد غوثِ وقت ہر چہ خواہی میتوانی شد بجز انساں شدن
چیست انسانی تپیدن از تپِ ہمسائگاں از سمومِ نجد در باغِ عدن پژماں شدن
خوار دیدن خویش را از خواریِ ابنائے جنس در شبستاں تنگ دل از محنتِ زنداں شدن
آتش قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت بر فرازِ تختِ مصر از تابِ آں بریاں شدن
زیستن در فکرِ قوم و مُردن اندر بندِ قوم گر توانی میتوانی سید احمد خاں شدن
میتواں مقبولِ عالم گشت اما ہمچو شیخ بہر سودِ خلق مردودِ جہاں نتواں شدن
جورِ اخواں دیدن و در عشقِ اخواں زیستن

زخم پیکاں خوردن و مشتاق پیکاں زیستن

بند چہارم

ور رہش جمعے بہ تقلید اسپ ہمت تاختند | لیک چوں رفتند گامے چند دل درباختند
زود دانستند کایں سودا نہ ہر سر را سزد | اہلِ دعوے کاندریں میداں علم افراختند
کار کارِ شیر مرداں ست کز سوزِ دروں | بزم را افروختند و شمع ساں بگداختند
سیّد از رہ تا دمِ آخر عناں را بر نتافت | گرچہ در راہش بسے خار و خسک انداختند
بود یاراں را سپر تا بود۔ در ہر شور و شر | لیک یاراں بر سرش تیغ جفاے آختند
خواجہ در فکرِ صلاحِ دین و ملت در گذشت | لیک اہلِ دین و ملت قدرِ او نشناختند
جز ملامت ہیچ ننوشتند مُزدِ خدمتش | چوں بنامش قرعہ در روزِ نخست انداختند
آرے از عالم ندیدستند جز جور و جفا | آں جواں مرداں کہ کارِ اہلِ عالم ساختند.
آدمی و انگہ ز قومِ مُردہ خیزد اے شگفت | کایں جہانِ مُردمی زیں آب و گل حق بر ساختند

حیف کاندر جمعِ مستاں ہوشیارے بود رفت

در زمینِ شور نخلے باروارے بود۔ رفت

بند پنجم

گوے از گردش فرو ماندہ است چوگاں را چہ شد | کشتی از جاے نہ جنبد۔ موجِ عمّاں را چہ شد
دہ بہ ویرانی کشد وقت ست دہقانش کجاست | گلہ سرگرداں شود و زود ست چوپاں را چہ شد
چیرہ شد سہرابِ ویراں۔ رستمِ دستاں کجاست | یافت فرصت اہرمن۔ مُہرِ سلیماں را چہ شد
تارکِ ہر کس ندارد تابِ گرزِ روزگار | بر نمیتابد سرے ایں تُپنگ۔ سنداں را چہ شد
قوم را بیمِ عتاب و چشمِ رحم از کس نماند | آں لبِ نفریں سرا۔ آں چشمِ گریاں را چہ شد

پند ایں شیریں بیاناں دلنشیں گیرد بہ دل — آں زبانِ تلخ گو۔ آں تیغِ عریاں را چہ شد
شد خزاں واز بہاراں نیست یاراں را خبر — آں بہارِ بے خزانِ بزمِ یاراں را چہ شد
دل گرفت از خندہ گل تا ببست از خندہ لب — آں کلیدِ قفلِ دل آں لعلِ خنداں را چہ شد
آں کہ مے بخشید جاں آں بادِ نوروزی کجاست — آنکہ مے بارید دُر آں ابرِ نیساں را چہ شد

اے علیگڈھ آنکہ کردت شہرۂ در امصار کو
آنکہ از خاکت بگردوں برد آں معمار کو

بند ششم

آہ ازاں دربیشۂ صدق و صفا شیرِ ژیاں — آنکہ در سرّ و علن بودش یکے دل با زباں
آنکہ چوں دریا نبودے تیرہ از بارانِ سنگ — آنکہ از عزمش (یعنی از عزم خود ۱۲) نہ گشتے صورتِ کوہ گراں
بود در ہمت بہ بدعت متّہم از راستی — آرے ایں باشد دریں عالم سزائے راستاں
یار جز علمش نبود و علم و انی نادر است (قلیل الوجود ۱۲) — ایں چنیں بے کس سزد کز جہل پُر ماند جہاں
بعد سیّد کز جفائے قوم نگذشت از وفا — کیست تا باشد بر ایں نا مہرباناں مہرباں
خانہ اش دانی یکے مہماں سرائے قوم بود — کیست مر ایں میہماناں را ازیں پس میزباں
بعد ازو کایں دشت را گلزار کرد و رفت کیست — ایں بنا را ضامن (کفیل ۱۲)۔ ایں باغ را باغباں
سعی ما مشکل کہ بعد از خواجہ ماند برقرار — جنبش از لعبت (پتلی ۱۲) مجو۔ لعبت چو رفت از میاں (بازیگر ۱۲)
جیش را فقدانِ سرعسکر خطر دارد خطر — گلہ را گسستن از چوپاں زیاں اندر زیاں

رہرواں را بعد ازیں یارب دلیلِ راہ کیست
دیگر ایں بے دولتاں را یار و دولتخواہ کیست

بند ہفتم

دوستاں از مرگ نبود چارہ و ز فرقت مفر | چوں زناں تا چند بودن بہر سیّل نوحہ گر
جائے استقلال و وقت ہمت و مردانگی ست | کایں بلائے ناگہاں را نیست جز ہمت سپر
در غم سیّل اگر از فرض خود غافل شدید | ایں مصیبت را ست صد چنداں مصیبت بر اثر
خواجہ دار العلمی از بہر شما بگذاشتہ است | تا بود نسل شما از علم و دولت بہرہ ور
کوہ ہا کندہ ست تا ایں جوئے شیر آوردہ ست | بو کہ آب رفتہ در جوئے شما آید بسر
ترسم ایں سرچشمہ گردد تیرہ از سنگ خلاف | ہاں و ہاں وقت است وقت اتفاق ہمدگر
عزم جزم آرید و برخیزید و ہمداستاں شوید | دست بکشائید و بر بندید دامن بر کمر
شصت ملیَن ہست در ہندوستاں توحید گوے | وہ کہ چندیں خلق درماند ز کار یک نفر
یادگار خواجہ بعد از خواجہ برپا داشتن | شکر او را خوب تر زیں نیست اسلوبے دگر

مزد او ایں بس کہ در اصلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب او چیزے نبود

قطعۂ شکر صحت یابی شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

للہ الحمد پس از ناخوشی و رنج دراز | شبلی ما بمراد از سر بالیں برخاست
آنکہ نامش بکمالات سمر در گیتی ست | آنکہ مشہور در آفاق بہ شمس العلماست
آنکہ گر سر کند افسانۂ فضل و ہنرش | خامہ مشکل کہ بپایاں بردش بے کم و کاست
آنکہ خوانندش اگر فخر زمان خود و بس | کردہ باشند عدول اہل سخن از رہ راست
بود در علت او علت قومے مضمر | لاجرم صحت او بہر ہمہ قوم شفاست
بسکہ او روح دمیدہ ست بہ تاریخ سلف | ہر قدر فخر بذاتش بکند قوم رواست

زندہ تا دیر بماناد کہ برتست کسے　　بعد ازو خلعتِ تحقیق نمے آید راست

عید شب برات

تعالی اللہ شبے کاید درین شب　　کساں را مقبل و مدبر نماید
اگر اقبال خواہی بندگی کن　　کہ حلوا خوردنی را روئے باید

قطعاتِ تاریخ و مختلف مادہ ہائے تاریخ

قطعہ تاریخ طبع دیوان میر مہدی مجروح دہلوی

مجروح آنکہ نامِ سلف زندہ است ازو　　ذاتش بود غنیمت کبرے درین زماں
دہلی کہ بود کانِ ہنر معدنِ کمال　　امروز از کمال نیابی در او نشاں
جمعے کہ داشت سر بفلک از وجودِ شاں　　راندند سوئے جنتِ ماوے یگاں یگاں
وانانکہ ماندہ اند ازاں جمع یادگار　　لبیک مے زنند اجل را زماں زماں
غالب برفت نیر و آزردہ رفت و ذوق　　مومن برفت و حسرتی و عارف از میاں
رفتند و جائے خود ہمہ خالی گزاشتند　　کس برنخاست تا بنشیند بجائے شاں
مجروح ماندہ است ازاں جمع یادگار　　یارب بدار از بدِ دوراں اش در اماں
کایں عندلیب قصہ ہمی خواند از بہار　　ویں گل خبر ہمی دہد از عہدِ گلستاں
دیوانِ او کہ ریختہ را دورِ آخر است　　خوش میسزند صلا بحریفان نکتہ داں
کایں سے کہ واگذاشتۂ میر و میرزاست　　مے بخشمش بہر جگرِ تشنہ رائگاں

القصہ چاپ گشتہ ارزاں شد آں متاع
کاں را بہ نقد عمر خریدیں ہمیتواں

پرسد اگر کسے ز تو تاریخ حالیا
گو۔ نظم دلفریب بود سال طبع آں

۱۳ ھ ۱۲

تاریخ بنائے مکان سید عوض علی مرحوم رئیس جارچہ ضلع بلند شہر کہ حسب فرمایش برادر عزیز الوجود سید فیاض حسین مرحوم نوشتہ شد

کرد سید عوض علی تعمیر
ایں شبستاں برائے نزہت دل

چوں بہ پایاں رسید ہاتف گفت
سال ہجریش دان ظفر منزل
۱۳ھ

پس بجُن لفظ بے مثال فزوں
تا شود سال عیسوی حاصل

۵۸۳ + ۱۳۰۷ = ۱۸۹۰ء

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد واقع سونی پت کہ باہتمام خواجہ محمد علی مرحوم خطیب پانی پت وصل باقی نویس تحصیل سونی پت تعمیر یافتہ

محمد علی آں مددگار حق
کہ از مال و جان است بردیں فدا

کمر بستہ بر یاریٔ اہل دیں
بہ تعمیر ایں جامع دلکشا

پے آنکہ زیں عہدہ آید بروں
کشیدہ بسے ماہ رنج و عنا

دگر جمعے از حق پرستان شہر
دریں کار با او شدہ ہمنوا

چو سال بنایش بجستم ز دل
بگفتا۔ چہ خوش کرد مسجد بنا

۱۲ ھ ۹

تاریخ وفات محمد ابراہیم جواں مرگ طالب علم بی اے کلاس علی گڑھ کالج

محمد براہیم چوں ترک جاں گفت
ز نخل جوانی ثمر برنخوردہ

بگفتم ز روئے الم سالِ فوتش	بجاں آفریں جان شیریں سپرد
۱ ۶	۱۲۹۲ × ۱ ۱۲۹۳ھ

تاریخ بہ پایان رسیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاوٹھی ضلع بلند شہر

علی آن سیدِ والا کہ باشد	بنامش مہرباں جزوے ز اجزا
بود با ذاتِ او توام سیادت	چناں کز نام او مہر است پیدا
چو ایں کاشانہ را بنیاد بنہاد	بعہدِ حاکمِ بیدار و دانا
گروہے زاں فیض گستر ز جودش	شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا
چنیں گفتش حالی سالِ تعمیر	مکان بے نظیر آباد بادا
	۱۲ ۹۹ ھ

تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک سادس میر محبوب علیخاں بہادر فرماں روائے ملک دکن خلد اللہ ملکہ

بہ سالِ فرخ و ماہ سعید و روز فرخندہ	نظام الملک محبوب علیخاں آصفِ ثانی
بہ تختِ سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش	برائے وے مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی
	۱۳ ۱۰ ھ

تاریخ رحلت جناب نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب مرحوم دہلوی رئیس لوہارو[1]

وردا کہ ضیاءِ دینِ احمد بربست (۹۲۹)	رختِ سفر از جہاں کہ جائے الم است
از طاق (۱۱۰) و ز ایوان (۶۸) و ز بزم (۴۹) و جلسہ (۹۴)	بگسستہ برحمتِ الٰہی پیوست (۶۹۴)

[1] یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاءِ دین احمد کے اعداد ہیں، ۳۲۱ جو کہ طاق (۱۱۰)۔ ایوان (۶۸)۔ بزم (۴۹) اور جلسہ (۹۴) کے اعداد کا مجموعہ ہے تخرجہ کرکے باقی ۶۰۸ کو ۶۹۴ میں جو کہ رحمت الٰہی کے اعداد ہیں ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی نواب مرحوم کا سال وفات ہے۔ مختصر صورت تاریخ کی یہ ہے ۹۲۹ - ۱۱۰ + ۶۸ + ۴۹ + ۹۴ = ۶۰۸ + ۶۹۴ = ۱۳۰۲ ہجری +

تاریخ بنائے مہماں سرائے در موضع مون واقع پنجاب بحساب سالِ عیسوی

بحرِ کرم آں وزیر چند کہ باقی ست — نازم بہ بزرگانِ مون بذل و نوالش
ساختہ منزل گہے چو بہرِ غریباں — تکیہ گہ ہر غریب آمدہ سالش

تاریخ بنائے باغ در موضع تسہ ضلع مظفر نگر ترتیب دادہ سید فیاض علیخاں رئیس تسہ

رئیسِ نامور فیاض علیخاں — کہ نتواں کرد وصفِ او ز صد یک
بہ تسہ طرفہ باغے طرح انداخت — کہ در خوبی زند بر خلد چشمک
چو حالی سالِ ترتیبش ہمی جست — خرد فرمود باغِ نو مبارک

قطعۂ تاریخ تعمیر چاہ بنا کردہ سید محمد ذکی رئیس سونی پت

بکند چاہ چو سید ذکی بہ سونی پت — ز خاک جوشش بزد آب صافی و شیریں
ندا رسید ز ہاتف بگوشِ حالیِ زار — کہ ہست سالِ بنا چشمۂ بہشت بریں

قطعہ بر وفات مولوی چراغ علی مرحوم

آہ آہ از رحلتِ بے گاہِ اعظم یار جنگ — کز میانِ رہ ز ہمراہاں عناں پیچیدہ رفت
حیف دنیا را بہ پنجہ سالگی کرد وداع — بزم ما را برہم و ماتم باز گردانیدہ رفت
مستفیداں پُر نہ کردہ دامنِ معنی ہنوز — مشتے از گنجینۂ لعل و گہر پاشیدہ رفت
از سحابِ فیضِ گلگشن نا شدہ سیراب خلق — ساعتے برقِ یمانی از افق تابیدہ رفت

عقدہا نکشودہ ماند نکتہ ہا نانوشتہ ماند — بہر جوئے شیر کوہِ بے ستوں کندید رفت
کرد بے آزارِ خلق اعمال سلطانی ادا — نے ز کس رنجیدہ و نے کس را برنجانید و رفت
یاورانِ قوم را تا زیست یاور بود و یار — ہر چہ بتوانست در تائیدشاں کوشید و رفت
از دلِ پُر دردِ او گاہے صدائے بر نخاست — مدتے چوں بحرِ کاہل در نہاں جوشید و رفت
طبعِ آزادش بہر ملت کہ بینی صلح داشت — در دلِ خویش و دلِ بیگانہ در گنجید و رفت
گر زید صد سال کس انجام او مرگ ست بس — چوں شرر بر وضعِ دوراں میتواں خندید و رفت

قطعہ تاریخ وفات جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم جو حافظ محمد یعقوب صاحب مجتبےٰ دہی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا

شد کرامت علی ز دارِ فنا — ماند خلقے بہ گریہ و زاری
مغفرت وقفِ روحِ خواجہ کہ او — یافت رحلت بہ سالِ غفاری ۱۲۹۱



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نثر فارسی

دیباچہ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو متضمن سوانح عمری حکیم موصوف کہ بخلاف تذکرہ نگاران پیشین حقائق واقعیہ از سفرنامہ و دیوان شعر او استنباط کردہ بصحت ہرچہ تمامتر نوشتہ شدہ است

صاحبِ ایں سفرنامہ حکیم ابوالمعین ناصر بن خسرو علوی از شعرائے قدیم خطہ خراسان ست کہ بعلاوہ شاعری در علم و حکمت و فضل و دانش شہرہ روزگار بودہ - مورخان و تذکرہ نگاران در شرح احوالش راہ تحقیق ناسپردہ و سرہ از ناسرہ باز ندانستہ پردہ ہائے تو بر تو بر چہرۂ مقصود فرو بستہ اند - واگر ایں سفرنامہ و پارۂ از دیوان اشعارش بدست نیفتادے چارہ نبود از انکہ ما نیز بدنبالِ ایشان دویم و راہ از بیراہہ باز نشناسیم*

چندانکہ دریں قضیہ غور کردہ میشود چنیں بخاطر میرسد کہ ہیچکس از معاصرانِ حکیم فروبر تحریر حالِ وے نپرداختہ و سالہائے فراواں وقائع زندگانیِ او نانوشتہ ماند - باعث بریں بے اعتنائیہا آں تواند بود کہ فقہائے آں زماں از شیعہ و سُنیہ چنانکہ عنقریب ذکر کردہ شود ناصر را از فرقہ اسمٰعیلیہ[1] گمان میکردند و اسمٰعیلیاں را بہ لقب ملاحدہ و باطنیہ ملقب میداشتند

[1] اسمٰعیلیہ طائفہ ایست از امامیہ کہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؑ را بعد آنجناب امام برحق دانند و گویند امام جعفر صادق

پس غالب آنست کہ تا زمانِ دراز احدے از فریقین بسبب تنافرے کہ از تعصب خیزد بنگارش ترجمۂ حکیم موصوف میل نکردہ باشند۔ اما چون در قرون لاحقہ دیوان اشعار و دیگر تصانیفش در اطرافِ ممالک انتشار یافت و معتقدانِ او از حوالی کوہستانِ بدخشاں کہ مرقد حکیم در آنجا است فوج فوج ظاہر شدند آن وقت بود کہ اربابِ سیر بتفحص اخبار و آثارش پرداختند۔ لاکن رطب و یابسے کہ یافتند یا از افواہِ عامۂ ناس شنیدند بے تامل حوالۂ قلم نمودند و افسانہائے کہ معتقدانِ وے از قِبَل خود تراشیدہ بر حکیم بستہ بودند آنرا از افاداتِ حکیم دانستہ بے آنکہ بر مُصنّفاتِ وے عرض کنند و صواب از خطا باز شناسند بنقل و روایتش مُبادرت کردند۔ و ازیں جہت اغتشاشے عظیم در ترجمۂ حکیم سابق الوصف راہ یافتہ و پے بہ سرّ کار بردن بغایت مشکل افتاد۔ اگرچہ دریں روزہا چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا[۵۱] احوالِ ناصر خسرو را در لغتِ فرانسہ با بسطے ہر چہ تمامتر نوشتہ است اما بسبب اجنبیت زبان فرانسہ کلیۃً نمیتواں گفت کہ چہ قدر از عہدۂ تحقیق بیرون آمدہ و تا کجا داد تنقید[۵۲] دادہ است۔ بنأً علیٰ ذٰلک در ذکرِ احوالش از مقالات قوم بر ہماں قدر کہ معقول و قابلِ جزم[۵۳] است اکتفا خواہد رفت و باقی آنچہ از کلامِ خودش میتواں استنباط کرد نوشتہ خواہد شد۔

اول اختلافے کہ کردہ اند در تعیینِ سالِ ولادت اوست۔ حمد اللہ مستوفی قزوینی در تاریخ گزیدہ سال سیصد و ہشتاد و پنج از ہجرت خاتم النبیین صلعم ضبط کردہ است و مصنف

(بقیہ صفحہ ۵۳) امامت را بدو تفویض داشت و با او اسمٰعیل ہیچ زن و جاریہ را انباز نہ ساخت چنانچہ نبی صلعم با خدیجہؓ و علیؓ با فاطمہؓ۔ نیز اسمٰعیل را خاتم الائمہ دانند و بعد از وے امام لاحق کار ندارند و گویند مدار امامت بر ہفت است مانند ہفت روز و ہفت آسمان و ہفت سیارہ۔ ۱۲ حالی

(صفحہ ہذا) ۵۱ یورپ را معرب کردہ اروپا میگویند ۱۲ ۵۲ تنقید بمعنی نقادی ۱۲ ۵۳ یقین ۱۲

دبستان المذاہب سیصد و پنجاہ و نہ۔ و صاحب حبیب السیر سیصد و پنجاہ و ہشت معلوم میکند اما این ہر سہ قول مردود است بلکہ قول صائب آنست کہ رضا قلیخان در تذکرۂ مجمع الفصحا[1] آوردہ وآں سیصد و نود و چار است و چارلس شیفر در ترجمہ فرانساویۂ خویش ہمیں قول اخیر را اختیار کردہ و بقولِ خود حکیم تمسک جستہ کہ در بعضے قصائد خویش میفرماید ؎

بگذشت ز ہجرت پس سیصد نود و چار   بنہاد مرا مادر بر مرکزِ اغبر

نیز قاطبۂ تذکرہ نویساں اصل حکیم را از اصفہان معلوم داشتہ اند۔ اما ہیچ دلیلے کہ مفید جزم باشد ذکر نہ کردہ بل بملاحظاتِ چند میتواں گفت کہ او را اباً عن جدٍ با اصفہان و دیگر بلاد از عراقِ عجم و پارس[2] ہیچ تعلقے نبودہ و اسلاف و بزرگانِ او از عہدِ مامون ابن رشید یا بعبارت دیگر از زمان امام علی ابن موسی الرضا کہ جدِ ہشتم ناصر خسرو بودہ ہمیں در صفحات خراسان سکنے داشتہ اند و معمورۂ بلخ کہ تا زمانِ وے از دار الملک ولایتِ خراسان بودہ است باید مسقط الراس حکیم موصوف باشد چنانکہ خود گفتہ است ؎

اے بادِ عصر گر گذری بر دیارِ بلخ   بگذر بخانۂ من و آنجا بجوے حال

و ہمچنیں در بسیارے از اشعارِ خود چنانکہ ہر کس را در عالمِ غربت و دوریِ وطن اتفاق افتد بر مفارقت خراسان و اہل خراسان دریغ خوردہ است و نیز در سفر نامہ عبارات بسیار است کہ برینمعنی دلالت واضح دارد۔ بالجملہ سلسلۂ نسبش بہفت واسطہ تا بہ امام ہمام علی ابن موسی الرضا علیہ التحیۃ والثناء کہ در مشہد مقدس مدفون و بہ شاہ خراسان معروف است منتہی میشود۔ بعد از حفظِ قرآنِ مجید کہ

---

[1] این تذکرہ از تالیفات امیر الشعراء رضا قلیخان متخلص بہ ہدایت است کہ در سال ۱۲۹۵ ہجری در دار السلطنۃ طہران چاپ شدہ و دریں ایام بہندوستان رسیدہ است ۱۲ [2] عراقِ عجم و پارس نام دو ولایت از ممالک ایران است و تمامی مملکت ایران را کہ پارس میگویند مجاز است ۱۲ حالی

گویند در سن نہ سالگی بداں مشرف شدہ سالہائے دراز بتحصیل علوم متعارفہ از معقول و منقول و علوم غریبہ فنون متنوعہ از نجوم و رمل و سائر دانشہا کہ درآں روزگار از جملہ کمالات شمروہ میشد و ہیچکس را بدون آنہا فرزانہ و حکیم نمیخواندند مشغول بود۔ گویند ورلے علوم دینیہ و فنون حکمیہ کہ میانِ اہل اسلام دائر و سائر بود بر کتبِ مقدسہ از توریت و انجیل و مجموعِ صحفِ انبیا نیز اطلاعے تمام داشت حتیٰ اینکہ فضلائے یہود و مسیحیہ آن کتاب ہا را ازو اخذ میکردند۔ و انچہ از کلامِ خودش در سفرنامہ مظنون میشود اینقدر ست کہ غالباً از لغت و خطِ عبرانی بیخبر نبود چہ در ذکرِ فلسطین مضمون بعضے کتابہا کہ بہ خطِ عبری نوشتہ بودند شرح دادہ و بیان کردہ است مع القصہ بعد از رسوخ در کمالاتِ علمی سالہا بر تحصیلین درس میگفت و بکشف معضلات و فتح مغلقات از دقائق عقلیہ و مسائل نقلیہ مشغوف بود تا آنکہ بتقریبے از بلخ بہ مرو شاہجان کہ امروز مطمح نظر دولتِ روسیہ است شتافت۔ مرو اگرچہ فی الحال از تاتار مطلق العنان محسوب میشود فاما در زمان پیشین از بلادِ معتبرۂ ممالکِ خراسان و پایتخت سلاجقہ بودہ است در عہدِ سلاطینِ عجم و ہم در دولت اسلامیہ اکثرے از علما و حکما ازانجا برخاستہ اند۔ بالجملہ کار ناصر خسرو در مرو بالا گرفت۔ از وقت طغرل بک سلجوقی در نیشاپور و کہین برادرش جغر بک در مرو بر مسندِ حکومت جا داشتند ناصر را در خدمتِ جغر بک قربِ اختصاص بہم رسیدہ در سلکِ پیرانِ دولت منسلک شد و چنانکہ خود در سفرنامہ میگوید از جملۂ متصرفان در اموال و اعمال سلطانی و متصدی مہمات دیوانی گشت۔

از تاریخ تمدنِ اہلِ اسلام لائح میشود کہ در قرنہائے پیشین کسانے کہ بلقبِ فلاسفۂ اسلام ملقب بودہ اند قاطبۃً روزگار بہ ترک و تجرید میگذرانیدند و ہرگز تن بخدمت ملوک و سلاطین در نمیدادند۔ و اوّل کسیکہ از میان ایشاں خدمت ملوک را اختیار کرد شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا بود کہ نمائب ایامِ حیاتش در وزارت آلِ بویہ بسر آمدہ۔ صاحبِ روضۃ الصفا مینویسد کہ

بعد از شیخ الرئیس اکثرے از حکمائے اسلام کہ ملازمتِ حکام و اسباب فرمان اختیار کردند ہمہ اقتدا بہ شیخ کردند" از انجاکہ اصل شیخ[51] ابوعلی و ناصر خسرو از بلخ بودہ است و عروج شیخ بر معارج حشمت و جاہ کہ در دولتِ آلِ بویہ او را دست دادہ ناصر را در عین شباب مسموع[52] افتادہ باشد و نیز ناصر خسرو بجزم و یقین دانستہ کہ اینہمہ شہرت و اعتبار شیخ بجز بہ قرب سلاطین ہرگز صورت نمے بست لاجرم حکم میتوان کرد کہ اینہمہ اسباب ناصر خسرو را بخدمتِ آلِ سلجوق مائل کردہ و از گوشۂ عزلت بدار الملکِ مرو کشیدہ باشد۔ اگرچہ ناصر خسرو چنانکہ بعد ازیں گفتہ شود دیرے نکشیدہ کہ از خدمتِ چغربیک آزاد شدہ دیگر پیرامونِ آں نگردیدہ اما برادرش خواجہ ابوالفتح عبدالجلیل در عہد طغرل بک و پسرش خواجہ معین الدین در زمانِ ملکشاہ سلجوقی تا زمانِ ممتد ملازم دیوان و معتمد درگاہ بودہ اند۔

علی الجملہ تا سال چار صد و سی و ہفت ہجریہ کہ چہل و دو سال از عمر ناصر خسرو گذشتہ بود روزگارش در خدمتِ امیر چغربیک ہمبریں منوال بود تا آنکہ داعیۂ سفر حجاز چنانکہ در سفرنامہ وانمودہ است او را از جا برانگیخت و از مشاغل دیوانی بکلی دست شستہ تمامت اسباب جاہ و حشمت را پدرود گفت و کہین برادرِ خود ابوسعید و یک غلام را ہمراہ گرفتہ رحلتے کہ روداد آں درین سفرنامہ رقم کردہ اختیار نمود و از بلادِ خراسان و عراقِ عجم و آذربائجان بہ آرمینیہ رسیدہ و از آنجا بہ شام و فلسطین و عراقِ عرب عبور دادہ در موسمِ حج وارد مکہ محترمہ شد۔ بعد ازیں بمصر رفت۔ و قرب سہ سال در آنجا اقامت داشت۔ و در زمانِ اقامتِ مصر دو بار بہ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ منورہ جناب رسالت مآب شرفہما اللہ تشریفاً در حجاز آمدہ باز بمصر

۵۱ پدر ابوعلی از عمال بلخ بود و در ایام سلطنت نوح سامانی بجانب بخارا رفتہ و ابوعلی ہم در آنجا در ۳۷۳ ہجری متولد شدہ۔ ۱۲

۵۲ ولادت ناصر خسرو بعد از ولادت ابوعلی بہ بست و یک سال بودہ و در سالیکہ شیخ وفات یافتہ ناصر خسرو سی و سہ سالہ بود ۱۲ حالی

مراجعت کرد۔ در روضۃ الصفا و حبیب السیر و دبستان المذاہب چنیں نوشتہ اند کہ ہفت سال در مصر مقیم بود و ہر سال بحج میرفت اما آنچہ در سفرنامہ تصریح رفتہ است تکذیب آں میکند مع القصہ دراں ایام مستنصر باللہ فاطمی عبیدی کہ مشہور ترین خلفائے فاطمیہ است و شصت سال بر اریکۂ خلافت متمکن بود حکومت مصر را داشت۔ آنچہ از سفرنامہ مستفاد میشود اینقدر ست کہ حکیم را کہ با یکے از دبیران سلطنت مصر دوستی پدید آمدہ بود و یکبار بتوسطے در قصر خلافت رسیدہ عمارتہا و صفہ ہا و ایوان ہا مشاہدہ نمودہ است۔ اما ہیچ ذکر آں نکردہ کہ در مجلس امیر المومنین المستنصر باللہ باریاب شدہ یا نہ ولاکن بشہادت قرائن صادقہ کہ عنقریب بکشف آں پردازیم بجزم و یقین میتواں گفت کہ مستنصر او را مراعات بسیار کردہ و تخم محبت یا عقیدت خویش در دلش نشاندہ بود +

بالجملہ در سال چارصد و چہل و یک از مصر بازگشتہ بعد گذاردن حج سیومیں در اطراف حجاز و یمن بگردید۔ و باز از راہ لحسا و بصرہ و خلیج عجم بہ پارس و از آنجا بجدود خراسان رسیدہ در سال چارصد و چہل و چار وارد بلخ شد +

از دیدن سفرنامہ معلوم میشود کہ حکیم موصوف را در ایاب و ذہاب دو بار از عراق عرب مرور اتفاق افتادہ اما ہیچ تصریح آں نکردہ کہ در عتبات عالیہ از کربلا و نجف و کاظمین بزیارت رفتہ یا نہ و ہمعنی از ہمچو کسیکہ خود را شیفتۂ و دلدادۂ خاندان نبوت وانماید استبعادے تمام دارد۔ غالب آنست کہ دراں ایام زیارت ایں مشاہد متبرکہ از علامات تشیع یا از امارات تفضیل شمردہ میشد۔ پس اگر کسے از مخلصان عترت رسول مقبول قصد آں صفحات مینمود ہرگز اعلان آں نمیکرد تا از شر نواصب مقتدر کہ ماحیٔ آثار ولائے اہل بیت بودند محفوظ تواند بود۔ و از ینجاست کہ برادران ما از اہل سنت و جماعت تا امروز باآنکہ بر مزارات اولیائے امت منازل بعیدہ

قطع کردہ سیر وند باز اصلا بہ سفر عراق عادت ندارند بلکہ آنرا از خصائص متشیعین مے پندارند مع الحدیث از قراریکہ مذکور شد مدتِ سیر و سیاحتش بہ ہفت سال میکشد و چنانکہ از سفر نامہ معلوم گردد مسافت راہ در آمد و شد غیر از آنکہ با طراف و جوانب بزیارتہا رفتہ موازی ہفت ہزار میل انگلیسی قطع کردہ و از انواع مشقت ہا و زحمت ہا آنچہ مقدور ہر بشر نباشد تحمل نمودہ و چوں صعوبت و دشواری راہہائے آں صفحات خاصۃ در روزگار پیشین ملاحظہ شود آں ہمہ زحمت و مشقت یک بہ دہ میشود۔ ازینجا اندازہ تواں کرد کہ در قرنہائے اولین چہ قسم مردان اولوالعزم و باہمت از ملتِ اسلامیہ برخاستند و چہ قدر بر سیر و سیاحت حریص بودند گویند اہالی مغرب زمین در ممالکِ بعیدہ سفر کردن و سفر نامہ ہا نوشتن از مسلمانان آموختہ اند۔ امّا ایں سخن امروز باور نمیتواں کرد۔ چہ با اینہمہ سہولت ہا کہ در سفر بحر و بر از اختراعاتِ اہل فرنگ ہر کس را میسر است قومے در عالم نیست کہ چوں مسلمانان و لاسیما مسلمانانِ ہند ملازم خانہ و دلدادۂ وطن و بیخبر از احوال بلاد بودہ باشد۔

صاحب روضۃ الصفا و حبیب السیر چناں وانمودہ اند کہ امیر ناصر آوازۂ حسن سیرت اسمٰعیلیہ را شنیدہ از خراسان بمصر رفتہ بود۔ اما در سفر نامہ ہیچ اظہار ایں قسم خواطر نہ کردہ۔ لیکن کہ از خوف ابنائے زماں سکوت ورزیدہ باشد۔ زیراچہ کافۂ اہل سنّت و متشیعہ فرقۂ اسمٰعیلیہ را از فرق ضالّہ مے شمردند و خلفائے مصر را کہ ائمہ ایشاں بودند دوست نمیداشتند بلکہ تفسیق و تکفیر ایشاں میکردند۔ ازینجاست کہ ناصر خسرو باآنکہ سہ سال در مصر اقامت ورزید و ارادہ آں داشت کہ مُدت عمر ہم در آنجا بسر آرد باز در تمامی سفر نامہ اظہار ایں معنی نہ کردہ کہ باعث ایں دلبستگیہا چہ چیز بودہ است۔ باید دانست کہ خلفائے فاطمیین ہموارہ داعیۂ آں داشتند کہ مایۂ صولت و اقتدار خویش بر ممالک آسیا اندازند و عظمت و بزرگی خلفائے بغداد را از قلوب

اہالی مشرق محو کردہ ایشانرا بسوئے خویش مائل سازند خاصہ مستنصر باللہ کہ شصت سال متصدی امر خلافت بودہ فرصتِ این کار بیشتر از خلفائے ماضیہ اورا دست داده بود و ہمواره از طرف او جواسیس و دُعاۃ درین صفحات میرسیدند تا مردم را بہ روش اسمٰعیلیہ دعوت کنند و حکومت مصر را در لباس مذہب رونق دہند و عاقبۃ الامر ظہور مساعی مستنصر بتوسط بساسیری[۵۱] در بغداد و حسن صبّاح[۵۲] در خراسان آنچناں شدہ کہ ہر کس بہ رائے العین مشاہدہ کردہ۔ پس احتمال میرود کہ ناصر خسرو را بجہت این مقصدِ فخیم برگزیدہ در مصر طلب داشتہ باشند کہ ہم از روئے نسب با خلفائے مصر خویشی داشت و ہم از روئے عقیدت شیفتہ و دلدادۂ خاندانِ نبوت بود و بعلاوۂ علم و فضل بر رموزِ سلطنت نیز وقوفے بہم رسانیدہ و مدّتے در دولت آل سلجوق بہ تکفل مہماتِ دیوانی بسر آوردہ چنانچہ در بعضے از قصائدِ خویش کہ روداد سفر بیان کردہ است مے فہماند کہ باعث سفرِ مغرب جز شوق لقائے مستنصر باللہ چیزے دیگر نبود و ما مضمونِ قصیدۂ مذکور را باید بروجہ تلخیص درینجا ذکر کنیم کہ خالی از ذوق نخواہد بود۔ میگوید۔ " سال سیصد و نود و چار از ہجرت گذشتہ بود کہ مادرِ مشفق مرا بر خاک نہاد۔ آنوقت بالندۂ بے شعور مانند رستنی بودم کہ از خاکِ سیاہ و آب مقطر پدید آید باز از درجۂ نباتی بمرتبۂ حیوانی رسیدم و روزے چند چوں مرغکِ بے پر اینچنیں بودم تا آنکہ بحالت چارمیں رسیدم و ناطقہ در جسم مکدر راہ یافتہ و اثر مردمی ظاہر شدہ۔ چوں عمر من بچہل و دو رسید

[۵۱] بساسیری غلامے بود از غلامانِ بہاءالدولہ دیلمی شجاع با ہمت کہ با عانت مستنصر تا یک سال قائم بامراللہ عباسی را محبوس داشتہ بود و فرمود تا در بغداد خطبہ بنام مستنصر خوانند ۱۲ [۵۲] حسن صبّاح سر حلقۂ اسمٰعیلیہ مشرق است کہ در اواخر عہد خلافت مستنصر در ۴۷۱ ہجریہ بمصر رسیدہ موردِ عنایاتِ مستنصر شد و بعد از وفات شے در سایر بلادِ عجم بگردید و مردم را بامامتِ نزار ابن مستنصر دعوت کرد و خلقے کثیر را بمذہب اسمٰعیلی متمذہب ساخت و جمعے را بقلعۂ الموت و نواحی قہستان بجہت اشاعت این مذہب فرستاد و آخر تمامی بلاد رودبار و قہستان و غیر ذلک در حیطۂ تصرف آورد کہ موازی صد سال حکومت اسمٰعیلیان درآں صفحات در ترقی بود تا آنکہ در ۶۵۴ھ بدستِ ہولاکو خاں نبیرۂ چنگیز خاں مغل مستاصل گشت ۱۲ حالی

وخود را از ہر کس بہتر یافتم۔ با خود گفتم البتہ کسے[۵۱] میباید کہ از ہمہ خلق بہتر باشد۔ چوں باز از مرغاں و شتر از بہائم و خرما بُن از درختاں و یاقوت از جواہر یا مانند قرآن از کتابہا و کعبہ از بناہا و دل از اعضائے بدن و خورشید از ستارگاں۔ پس از جائے برخاستم و سفر پیش گرفتم و من بعد از خانہ و گلشن و منظر ہیچ یاد نہ کردم۔ پس حاجتِ خویش از پارسی و تازی و ترکی و سندی و ہندی و رومی و عبری و فلسفی و مانوی و صابی و دہری درخواستم و مکرر سوال کردم۔ بسیار از سنگ بستر و بالیں ساختم و بسیار از ابر خیمہ و چادر کردم۔ گاہے بزمینے رسیدم کہ آب آنجا ہمچو مرمر منجمد بود و گاہے بر سر کوہے برآمدم کہ از دو پیکر بلند تر بود۔ گاہے مانند شتربان ریسمان در گردن و گاہے مانند استر بار بر پشت۔ ہمچنیں از شہر بہ آں شہر و از ینجا بہ آنجا پرسندہ و جویندہ ہمی رفتم بعضے گفتند کہ شریعت بہ عقل راست نمے آید زیرا کہ اسلام بہ شمشیر[۵۲] قوت گرفتہ است۔ اما ایں سخن بتقلید ایشاں قبول نکردم و از حجت و برہان قطع نظر نہ نمودم زیرا کہ حق بتقلید میسر نمیشود۔ بارے چوں خدا خواہد کہ درے از رحمت بکشاید ہمہ دشواریہا آسان گردد۔ آخر بر درِ شہرے[۵۳] رسیدم کہ آنجا اجرام فلکی بندہ و چاکر و تمامی آفاق مسخر بود۔ صحرائے آنجا مانند دیبا پر نقش و نگار بود و آب آنجا مانند کوثر و عسل صافی بود۔ منازلِ آں شہر غیر از علم و فضل و صنوبرِ آں باغ غیر از عقل و خرد نبود۔ شہرے بود کہ حکمائے آنجا ہمہ حریر و دیبا نپوشیدندے (مانند فقہائے خراسان) بافتۂ پشم بادہ و نرد در بر میکردند۔ چوں در آں شہر رسیدم خرد با من گفت کہ بیا و حاجت خود طلب کن و از ینجا مگذر۔ پس من نزدیک پاسبانِ[۵۴] آں شہر رفتم و رازِ خویش بگفتم۔ گفت

۵۱ مراد از آں جستجوے امام زمان ہست ۱۲ ۵۲ ایں سخن تعریض ہست بہ سلطنتِ غزنویہ و سلاجقہ کہ ملک بقہر و استیلا گرفتہ بودند۔ بخلاف علویۂ مصر کہ در عقیدۂ خودکش برحم و انصاف از سائر پادشاہانِ اسلام امتیاز داشتند ۱۲ ۵۳ مراد از آں شہر ملک مصر است کہ مستنصر باللہ حاکم آنجا بود ۱۲ حالی ۵۴۔ مراد از پاسبان آں شہر مستنصر باللہ است ۱۲ حالی۔

اندوہ مخور ایں شہر چرخ برین است پُر از اختران بلند بلکہ بہشت است پُر از پیکر ہائے دلربا گفتم کہ مرا نفس ضعیف و نژند شدہ است۔ پس بہ درستی تن و سُرخیِ رنگِ من منگر۔ من دارو بے حجت و برہان نمیخورم و از دروے نمے اندیشم و قول منکر نمیشنوم۔ گفت اندوہ مبر کہ من درینجا طبیبم۔ پس علت خود پیش من شرح کن۔ من از اول و آخر و علت و معلول و جنس و صنعت و صورت و قادر و تقدیر و مقدر سوال کردم۔ چوں آں مرد دانا ایں سوالہا از من گوش کرد دست قبول بر سینۂ خویش نہاد (کہ رحمت خدا باد بر آں دست و بر آں سینہ) و گفت آرے دارو با حجت و برہان دہم۔ اما مُہرے محکم بر لبت بہ نہادم۔ باز بر شربتے کہ مراد او دو گواہ از انفس و آفاق حاضر کرد۔ پس من آں دارو را قبول کردم۔ و او مُہرے سخت بر دہانم زد۔ و ہر روز بتدریج چارۂ کارِ من ہمیکرد۔ تا آنکہ مشتِ خاکِ مرا مانند یاقوت منور ساخت۔ اینک یاقوت منم و آفتابِ من کسے است کہ از فروغِ وے ایں عالم ظلمانی روشن است۔ خوشا شہرے کہ پاسبانش چناں باشد و خوشا کشتی کہ لنگرش چنیں بود۔ اے آنکہ علم را صورت و فضل را جسم و حکمت را دل و مردمی را ثمرہ و نازش را افتخار بودہ۔ من کہ با جامۂ پشمیں و کالبد لاغر و گونۂ اصفر پیش درویش تو ایستادہ ام۔ الحق کہ بعد از حجر الاسود و خاک پیمبر جز بر دستِ تو لب ننہادہ و من بعد تا وقتیکہ زندہ ام و ہر کجا کہ باشم جز بر شکر تو قلم و کاغذ و دوات نہ رانم"۔

از سیاقتِ بیان ایں قصیدہ چند نتیجہ استنباط میتواں کرد۔ یکے آنکہ فی الواقع ناصر خسرو آوازۂ حسن سیرت مستنصر باللہ را شنیدہ سفر مغرب اختیار کردہ بود۔ و نیز از طرزِ حکومتِ خراسان و طریق علمائے آنجا کراہتے میداشت۔ و احترامِ خویش بہ قدر فضل و کمال و بزرگی و سیادتِ خود از اہلِ وطن توقع نداشت۔ دوم سخنانے کہ مستنصر باللہ ہنگامِ ملاقات

براو القا کردہ آنچناں رازہائے سربستہ بود کہ ناصر خسرو کشفِ آں نمیتوانست کرد و نیز از یں قصیدہ مستفاد میشود کہ مقصود وے از زیارتِ مستنصر جز اکتساب سعادت و تحقیق راہ حق و کشفِ معضلات مذہب و رفع وساوس قلب چیزے دیگر نبود۔ و چوں در سفرنامہ دیدہ میشود کہ حکیم موصوف ہنگام معاودت از مصر بغایت تنگدست بود و در عرضِ راہ چند جا بمعونت دیگراں محتاج شدہ بضرورتِ میباید تسلیم کرد کہ مطلبے ازیں سفر دور و دراز طلبِ جاہ و دولت نبود و قصائد بسیار کہ در مدح مستنصر باللہ انشا کردہ آنچناں نیست کہ شعرائے تملق و چاپلوس در ستایش اہل دنیا وضع کنند بلکہ از تمامی مدائح وے کہ تا نفس واپسین در حقِ مستنصر نوشتہ ثابت میشود کہ اورا با کمالِ صدق و یقین و غایتِ خلوص ارادت امامِ مفترض الطاعۃ میدانست ۔

بالجملہ سرگذشتِ حکیم از آنوقت کہ سفرِ وے بپایاں رسید تا آں زماں کہ مردم خراسان اورا بہ زندقہ و الحاد متہم کردہ بقصدِ وے برخاستند و از آنجا گریختہ بکوہستانِ بدخشاں افتاد در پردۂ اختفا است۔ اگرچہ بعضے از وقائع نسبت بحکیم چناں نوشتہ اند کہ میتواں گفت بعد از سفرِ مغرب و جلائے وطن مراورا رو دادہ باشد چوں رسیدن بہ بغداد و گیلان و رستمدار و رستے با علمائے آں دیار بحث کردن و ہنگام مراجعت بصحبتِ شیخ المشائخ ابو الحسن خرقانی فائز شدن و بردست شیخ بیعت نمودن و چند مدت در خدمت ایشاں روزگار گزرانیدن و امثال ذلک اما ہیچ ازینہا در نظر تحقیق وثوق را نشاید۔ بہرحال منشائے خلاف اہل خراسان را بعضے چنیں نوشتہ اند کہ اورا کتابے ہست مسمّٰی بہ روشنائی نامہ کہ از آفرینش عالم و حقیقت روح و اسرار تکوین درآں کتاب سخن راندہ است و حرفہا سرودہ کہ بر زندقہ و الحاد قائل و لالت دارد و ازیں سبب خلقے برخلاف او کمر بستند۔ و چوں دیوانِ اورا ملاحظہ میکنیم

ہم چیزہائے بسیار ازیں قسم میابیم۔ یکجا از حشر جسمانی استبعاد میکند وجائے دیگر بروضع کائنات خردہ میگیرد۔ وہمچنیں ہرگونہ وساوس خطرات کہ بر خاطرش میگذرد باکمال بے باکی وآزادی حوالۂ قلم میسازد۔ اما اینہمہ چیزہا نمے بایست سبب انکارِ مرحوم شود۔ چہ سُنّتِ مستمرہ شعرائے ایران زمین است کہ غالب اوقات برخلافِ قانونِ شرع نغمہ ہائے خارج آہنگ سرایند وباخدا واہل خدا شوخیہا کنند ولےچوں اکثر اقوال ایشاں نہ از عالم حال باشد اہل شرع حمل بر ہزل کنند وبحکم یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ۔ ایشاں را معذور دارند۔ بعضے دیگر گفتہ اند کہ او از علومِ غریبہ وتناسخ سخن میگفت ومقالاتِ او از فہم علمائے زماں بلند تر واقع شدہ لاجرم در طبائع خاص عام از وے وحشتے پدید آمد وقصدِ او کردند۔ پس از خراسان سفر کردہ بجانب بلخ رفت وآنجا نیز متواری بود تا آخر بکوہستانِ بدخشاں افتاد۔ ایں سخن چنداں کہ غور کردہ شود ہیچ استبعادے ندارد۔ چہ در طبقہ از طبقاتِ اسلام جمعے کہ خلافِ جمہور حرفے بر زبان آوردند از دستِ فقہائے زماں چہ جفاہا کہ نہ کشیدند وچہ بلاہا کہ ندیدند۔ اما ورائے ایں ہمہ اسباب سببے دیگر بود کہ سائر اہل خراسان را ازجا در آورد۔ خاوندشاہ در روضۃ الصفا وبہ تبعیت او صاحب حبیب السیر ودبستان المذاہب نوشتہ اند کہ ”امیر ناصر چوں از مصر مراجعت کردہ باز بخراسان رسید مردم را بخلافتِ مستنصر وروشِ اسمٰعیلیہ دعوت میکرد۔ اعدا قصدِ وے کردند۔ خوف وہراس بر او استیلا یافت ودر جبلے از جبالِ بدخشاں پنہاں گشتہ بست سال بہ آب وگیاہ قناعت نمود۔“ ہرچند در سفرنامہ دلیلے روشن برہمیں یافت نمیشود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردہ شد ازیں قدر انکار نمیتواں کرد کہ ناصر خسرو را او ورسے کہ از مصر برائے اہل وطن آورد محبت علویہ مصر بود۔ وعلی الخصوص از مناقب مستنصر باللہ سینۂ دل لبریز داشت بسے از قصائد طوال در مدح وے انشا کردہ وہم در سفرنامہ عدل وداد اور ابیش ازبیش ستایش

نمودہ۔ وچنانکہ از مضمون قصیدۂ مذکورہ بصدر متبادر میشود میباید بہ دعوتِ روشنِ اسمعیلیہ
و نشرِ مناقبِ ایشاں اقدام کردہ باشد۔ و نیز دریک قصیدۂ فخریۂ بدیں مطلب اشعارے کردہ است
جائیکہ میگوید ؎

ازیرا نظیرم کسے در نیابد | کہ بر رائے آں رہبرِ بے نظیرم
نہ بس فخرم آں کہ امامِ زماں را | سوئے عاقلانِ خراساں سفیرم

پس علمائے خراسان و ماوراءالنہر کہ با خلفائے بغداد غایتِ عصبیت داشتند و علویۂ مصر را غاصب
خلافت و ضال و مضل مے شمردند لابد ایں صدائے غریب را گوش کردہ با حکیم درآویختہ باشند و
اہالی ملک و ولاۃ عہد را بخلافِ وے برانگیختہ۔ حکیم نیز در بعضے اشعار خود دشمنیِ اہلِ خراسان را
بر دوستیِ اہلِ بیت بنا نہادہ است جائیکہ میگوید ؎

گرچہ مرا اصل خراسانی است | از پسِ پیری و مہی و سری
دوستیِ عترت و خانِ رسول | کرد مرا یمگی و مازندری

راس و رئیس مدعیان حکیم یکے مفتیِ خراسان بود حنفی المذہب و دیگر حاکمِ بلخ کہ در اکثرے از اشعار
وے روئے شکایت با ایشان است و قصائد بسیار کہ دریں خصوص گفتہ است دلالت وارد
برانیکہ تا آخر عمر از دوریِ وطن و جورِ اہالیِ وطن مینالید و شب و روز فریاد و زاری میکرد۔ در بعضے
اشعارِ خود با ولایت خراسان خطاب کردہ میگوید کہ اے خراسان اگر حال تو بے من مبارک و
میمون است بارے احوالِ من بے تو دگرگون است۔ مرا فرومایگان کہ از نماز خویش سا ہون باشند
از خانماں بر آوردند۔ ہمانا کہ ایزد تعالیٰ بشامتِ ایں فرومایگاں خشم خود بر خراسان باریدہ است کہ
او باشے چند بے خان و ماں امروز درآنجا خان و خاتون شدہ اند۔ آرے دنیا بہشتِ کافر و زندانِ
مومن است و ازینجاست کہ تو را اے حاکمِ بلخ، در بلخ چوں بہشتی و من در یمگان محبوس و مسجون ماندہ ام

تو از جہل ند ملک ہمچو فرعونی و من از علم در زنداں مانندۂ ذو النونم۔" و نیز میگوید۔ "اگر اکنوں فلک رامِ من نیست ہیچ غم نباشد کہ مدتہا رامِ من بودہ است۔ اگر تنِ من از گلشن دور است گو باش چرا کہ از دلِ پُر حکمت در گلشنم۔ مرا بر گرسنگی صبر کردن خوشتر از آن است کہ طعام از دستِ فرومایگان دریابم۔ اکنوں بر آں سرم کہ از ہمہ جاہ زشت و ژرف کہ مرا واندنیا باشد بالا روم و سوئے بہشت عدن یکے نردبانے برنہم کہ یک پایہ از صلوٰۃ و پایہ دیگر از صیام داشتہ باشد۔ یکچند مرا در پیشگاہ ملوک و مجلسِ سلاطین میدیدند۔ اما اکنوں از گردشِ روزگار چیزے دیگر گشتہ ام کہ گوئی خود آں آب و گل ندارم کہ پیش ازیں داشتم۔ چوں فلک با من اینگونہ بازیہا کردہ است بنا بر آں از جفائے او دلِ پُر از کین دارم۔ و بر آں سرم کہ ازو کینِ خود بکشم و امید وارم کہ مستنصر باللہ از خدا بر اولیائے شیاطینم نصرت دہد۔ و آں زمانہ بیوفائی پیشینِ من باز پیشِ من بندہ شود۔ و فردا بفرِ دولت مستنصر مجلس جز در کنارِ جوزا نیابم۔" و دیگر ازیں نوع گلہ ہائے دردمندانہ در دیوان اشعارش بسیار است چنیں مینماید کہ عقیدتِ مستنصر باللہ و ذوقے کہ در نشرِ فضائل و محامدِ وے داشت بر حُبِ جاہ و دنیا طلبی او غالب آمدہ بود۔ چہ باآنکہ علمائے بر خلافِ او کمر بستہ قصدِ ہلاک او کردند و از خان و مانش براندند و جاہ و اعتبار یکہ در دولتِ عہد داشت بکلّی از دست دادہ بود باز تا دمِ آخریں ازیں ترانۂ دلکش خاموش نشدہ۔ اگرچہ آں ہمہ جد و جہدِ او در ایامِ حیاتِ وے کارے از پیش نبردہ و در بادی النظر ثمرہ بر آں مترتب نشدہ اما در نظرِ راقم آتشے را کہ بعد از وفاتِ وے بسعیِ حسن صباح از ممالک خراسان سر بر زدہ و تا مدتِ صد سال از پا ننشستہ اثرِ ہماں اخگرِ افسردہ باید پنداشت کہ ناصر خسرو در دلہائے مردم نہاں گذاشتہ بود۔

مع القصہ بعد از آنکہ اہالیِ وطن با او مخالفت ورزیدند از خراسان گریختہ بہ دۂ یمگان کہ از اعمالِ بدخشاں است و او خود را بداں نسبت یُمگی گفتہ است شتافت و سالیانِ دراز تا نفس

در اسپین ہمہ آنجا بود و بعد از وفات ہم آنجا مدفون گشت۔ گویند مردم آں نواحی با حکیم اعتقاد زیاد دارند و مرقد او را تعظیم و احترام بسیار میکنند۔ بعضے او را سلطان مینویسند و بعضے شاہ و بعضے امیر و حکیم۔ در بارۂ مذہب و اعتقاد وے اقوال مختلفہ رقم کردہ اند۔ رضا قلیخاں در مجمع الفصحاء او را بر مذہب حق گفتہ است کہ پیش وے منحصر در طریقۂ اثنا عشریہ است۔ اما ایں سخن خیالے بیش نیست۔ در سفر نامہ ہر جا کہ شیعیان را ذکر کردہ است چناں مینماید کہ از یں طائفہ اجنبیت تمام دارد۔ یکجا در ذکر بعضے مواضع شام میگوید "قبر ابی ہریرہ آنجاست بیرون شہر در جانب قبلہ سا ما کسے آنجا بزیارت نتواند رفتن کہ مردم آنجا ہمہ شیعہ باشند و چوں کسے آنجا بزیارت رود کودکان غوغا کنند و غلبہ بسر آنکس برند و زحمت دہند و سنگ اندازند۔ از یں سبب من نتوانستم زیارت آں کردن" و چارلس شیفر در ترجمۂ فرانساویہ خویش چند بیت از حکیم متضمن انکارِ حشر جسمانی و جواب آں از محقق طوسی نقل کردہ است و از جوابے کہ محقق نوشتہ پیدا است کہ او حکیم ناصر را از مومنین صادقین نمیدانست و آں ابیات ایں است (ناصر خسرو)

مردکے را بدشت گرگ درید — زو بخوردند کرگس و زاغاں
ایں یکے رید بر سرِ کہسار — واں دگر رید در بنِ چاہاں
اینچنیں کس بحشر زندہ شود — تیز در ریش مردکِ ناداں

(محقق طوسی)

ایں چنیں کس بحشر زندہ شود — گر نماید عنصرش جُز جُز
زاں ہمیں باز نیست مشکل تر — تیز در ریش ناصرِ خسرو

اما اینقدر البتہ قابلِ تسلیم است کہ پسرش خواجہ معین الدین چنانکہ نور اللہ شوستری در مجالس المومنین گفتہ مذہب تشیع داشت و با آنکہ در دیوان ملک شاہ سلجوقی ملازم بود۔ باز تقیہ

نمیکرد و علانیہ بطریقۂ اثنا عشریہ سلوک مینمود۔ ولاکن قاضی موصوف کہ ہیچ صوفی و حکیم را در مجالس المومنین از خلعت تشیع محروم نگذاشتہ در حق ناصر خسرو ہیچ نگفتہ است۔

دولت شاہ سمرقندی میگوید "کہ ناصر خسرو را بعضے عارف و موحد و بعضے دہری و طبیعی گفتہ اند۔ و گویند بہ تناسخ" و نیز میگوید کہ "صحبت شیخ ابوالحسن خرقانی رح رسیدہ مدتہا بریاضت و تصفیۂ باطن مشغول بود" اما ہیچ ازیں سخنان تا بہ شہادت مقرون نباشد قابل وثوق نیست و صاحب روضۃ الصفا و حبیب السیر او را از اسمٰعیلیہ محسوب داشتہ اند۔ و صاحب بستان المذاہب باوجود ایں نسبت او را ہیچ دستایش نیز کردہ و بغایت متقید امور شرعی وانمودہ است۔ و حق آنست کہ تا ہنگام مراجعت از سفر مغرب بطریقۂ جمہور اہل سنت سلوک داشت و اکثرے از عبارات سفرنامہ بر تسنّنی دلالت میکند۔ جناب عائشہ صدیقہ و عمر فاروق را بہ آدابیکہ شعار سنیان است نام بردہ است و سائر مناسک حج بروفق مذہب اہل سنت بیان نمودہ و در بعضے از اشعار او دیدہ ام کہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین را بصدق و عدل و حیا ستودہ است۔ اما شک نیست کہ در زمان اقامت مصر کہ شش سال طول کشید و با مردم اسمٰعیلیہ معاشرت و مصاحبت اتفاق افتادہ انقلابے عظیم در خواطر و افکارش راہ یافتہ۔ و اگر ہیچ نگوئیم اینقدر خود میباید تسلیم کنیم کہ روش اسمٰعیلیہ را بد نمیدانست و خلافت فاطمیین را دربرابر خلافت عباسیہ بہ استحقاق نزدیکتر مے پنداشت و علی مرتضیٰ را بر خلفائے ثلثہ تفضیل میداد و ائمہ اہل بیت را سرچشمۂ علم باطن و خازن اسرار شریعت میدانست و نیز متمذہب بمذہب کسے از ائمہ مجتہدین نبود۔ و تقلید و اہل تقلید را جابجا در اشعار خود نکوہش کردہ و بعلاوہ آں بعضے از معتقدات خاصۂ اسمٰعیلیان نیز از کلامش مستفاد میشود مانند قول بہ نفس کلی کہ آنرا مصدر کائنات دانند و دریں عقیدہ از سائر فرق اسلامیہ متفرد اند کہ ایں اصل از اُمہات عقائد ایشان است و ناصر خسرو در ینباب

چناں فرمودہ است ؎

ترا نفسِ کلی چو بشناسی او را — نگہ دارد از جہل و عصیان و نسیاں
کل از نفسِ کل یافتست آں عنایت — کہ تو خویش بنشگشتہ زان شادماں
زر و سیم و گوہر شد ارکانِ عالم — چو پیوستہ شد نفسِ کلی بارکاں

دیگر چیزہائے بسیار ازیں نوع در دیوانِ اشعارش میتواں یافت اما چنانکہ اہلِ خراساں گمان کردند ہرگز از منہجِ قویمِ اسلام تجاوز نہ کردہ و بر اصولِ اسلام از توحید و رسالت و معاد تا دم واپسین ثابت قدم بودہ۔ چنانکہ میفرماید ؎

بنالم بتو اے قدیمِ قدیر — ز اہلِ خراساں صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رمیدہ شدند — ہمہ خویش و بیگانہ بر خیر خیر
مقرّم بفرمانِ پیغمبرست — نہ انباز گفتم ترا نے نظیر
بہ اُمت رسانید پیغام تو — محمد رسولت بشیر و نذیر
نیاورد قرآں بہ پیغمبرت — مگر جبرئیل آں مبارک سفیر
مقرّم بمرگ و بحشر و حساب — کتابت ز بر دارم اندر ضمیر

این است خلاصۂ آنچہ متعلق بہ مذہب و عقیدۂ حکیم از کلامِ خودش مستفاد میشود۔ و در مثنوی مظہر العجائب کہ منسوب بہ شیخ عطار است قدس سرہ فضائل و مقامات وے آنچناں مذکور شدہ کہ میباید او را در زمرۂ عرفا و واصلین منسلک دارند۔ اما چوں در تذکرۃ الاولیا کہ از مصنفاتِ معتبرۂ حضرت شیخ است اشعارے بذکرِ حکیم نرفتہ۔ گمان میرود کہ مثنوی مذکور از ملحقات باشد۔ چہ معتقدانِ ناصر خسرو ازیں قسم سخنان در حق وے بسیار تراشیدہ اند۔ زکریا ابن محمود قزوینی در جغرافیۂ خود کہ آثار البلاد و اخبار العباد نام دارد در بارۂ او چناں نوشتہ است کہ "در عہدِ حکومتِ

حسام الدین ابوالموید ابن نعمان حاکم بلخ چوں مردم ازو منحرف شدند بجانب یمگان شتافت و در آنجا بہ نیروے دستگاہے کہ در علوم غریبہ و تسخیر روحانیات داشت قلعہ ہائے منیع و ایوان ہائے رفیع برپا کرد۔" ہمچنیں ور ندامت نامہ کہ بحکیم نسبت کردہ اند۔ و حاجی لطف علیخاں آذر جامع تذکرۂ آتشکدہ و بعضے دیگر تذکرہ نگاران در ترجمۂ حکیم آنرا از اول تا آخر نقل نمودہ اند۔ ازیں نوع داستانہائے بے سر و بُن بسیار است کہ ہیچ با عقل و عادت و تاریخ و جغرافیہ آشتی ندارد۔ و دو جا ہائے بسیار منافی قول حکیم است۔ مثل آنکہ در مصر و بغداد و گیلان و بدخشاں ہر جا کہ رفتہ علی الفور بوزارت اختصاص یافتہ و بر جمیع امور مالی و ملکی متصرف گشتہ۔ چہ ازیں قسم اتفاقات بعلاوۂ آنکہ سفرنامہ تکذیب آں میکند۔ خلاف عادتِ روزگار نیز باشد۔ یا آنکہ روحانیاں را تسخیر کردہ بہر کارے کہ میخواست مامور میداشت و آنہا در طرفۃ العین آں کار را بانجام مے رسانیدند حتی اینکہ یکجا مریخ از آسماں فرود آمدہ برحسب خواہش حکیم سیعمد نفر را بہ قتل درآورد۔ یا مانند رسیدنِ حکیم از مصر بہ بغداد در عہد القادر باللہ کہ با تاریخ مباینت کلی دارد۔ چہ وفاتِ خلیفۂ موصوف در سال چار صد و بست و دو و مراجعتِ ناصر از مصر در سال چار صد و چہل و یک اتفاق افتادہ۔ یا آنکہ در بعضے از مجالس عراق فاریابی را در بحث حشر و نشر الزام صریح دادہ بود و حالانکہ تاریخ ازیں معنی ابا میکند۔ زیرا کہ ہیچکس از مشاہیر اسلام غیر از ظہیر الدین شاعر کہ مادح قزل ارسلان است بلقب فاریابی شہرت نداشتہ و او اصلاً معاصر ناصر خسرو نبودہ۔ چہ وفاتِ او بعد از وفاتِ ناصر خسرو بیک صد و ہفدہ سال واقع شدہ است و اگر گویند کہ مراد از فاریابی حکیم ابونصر فارابی است پس غلطی آں ظاہر تر است زیرا کہ ابونصر در اوائل مائۃ رابعہ از دنیا رحلت کردہ و ناصر خسرو در اواخر قرنِ مذکور خلعت ہستی پوشیدہ پس معاصرت بچگونہ صورت بندد و با قطع نظر از اں اصل ابونصر از فاراب است نہ از فاریاب۔ یا آنکہ روحانیے را چوں برا ہلاک بادشاہ ملاحدہ در گیلان برگماشت

وحال او متغیر گشته مشرف بر ہلاک شد خواست تا بحیلۂ از گیلان بیرون رود پس از پسر ملک رخصت طلبید تا گیا ہیکہ آں مرض را علاج بود و در صحرائے دمشق یافت میشد در دمشق رفته برائے ملک بیارد و حال آنکہ مسافت درمیانہ گیلان و دمشق کمتر از ہزار و پانصد میل انگلیسی نخواہد بود۔ و بعلاوۂ اینہمہ ترہات و اباطیل وجود ملاحدہ در ایران چنانکہ در رسالۂ مذکور تصریح رفته است ہرگز در عہد ناصر خسرو نبوده۔ چہ حکومت اسمٰعیلیۂ مشرق کہ من بعد بملاحدہ و باطنیہ موسوم گشتند در ممالک ایران در سال چار صد و ہشتاد و چار بوجود آمده است و آنوقت بر وفاتِ ناصر خسرو سہ سال گذشته بود۔ و اما تسمیۂ ایشان باسمِ ملاحدہ پس در اواخر قرنِ سادس واقع شده۔ ہمچنیں چیزہائے بسیار دریں رسالہ آنچناں است کہ در نظرِ تحقیق بجوے نمے ارزد۔ صاحبِ بستان المذاہب در حق ایں رسالہ میگوید کہ بعضے از جہال ندامت نامہ از وے باب معاشرت با اسمٰعیلیہ الموتیہ[لہ] ساختہ اند و حال آنکہ او تابع اسمٰعیلیۂ مغرب است با الموتیہ موافقت و مصاحبت نداشت این است آنچہ در باب ناصر از اسمٰعیلیہ شنوده و در کتبِ تواریخ دیده شد۔

خلاصہ آنست کہ بعد از وفاتِ حکیم بعضے معتقدانِ او چوں دیدند کہ فقہائے زمان او را بزندقہ و الحاد متہم دانند و بہ نیکی از و یاد نہ کنند۔ آنوقت ایں افسانہائے بے سر و بن وضع کرده باشند۔ چہ اکثرے از مقدمات کہ در ندامت نامۂ مذکور تمہید یافته برائے ساحتِ حکیم از الزاماتِ علماء و فقہائے آں زماں میکند و چوں عادتِ پیشینیاں آں بود کہ ہر کرا برگزیدۂ درگاہِ الٰہی وا مینمودند ہمیں بر ذکرِ صلاح و تقوٰے و صدق و عدالتش قانع نمیشدند۔ بل بہ امورے کہ فوق العقل و العادہ باشد نیز متصف میساختند۔ لاجرم قصہ ہائے شگرف و افسانہائے غریب در آں میانہ نیز ترویج نمودند۔ اما با آنہمہ خرابی ہا کہ مذکور شد بعضے از وقائعِ صحیحہ متعلق بہ سیرتِ حکیم ازیں رسالہ

لہ الموت نام قلعہ ایست در خراسان کہ ابتدائے تسلطِ اسمٰعیلیۂ مشرق از آنجا شده و ازیں سبب اسمٰعیلیانِ ایران را الموتیہ خوانند ۱۲ حالی

استخراج میتوان کرد۔ ازانجملہ یکے نوشتنِ تفسیر بر قرآن مجید است موافق اصول مذہب اسمٰعیلیہ اگرچہ
از رسالۂ مذکور سببِ ارتکاب ایں فعل چناں معلوم میشود کہ چوں در قلمرو ملاحدہ رسید و ایشان براو
دست یافتند۔ بادشاہ ملاحدہ او را بریں کار مجبور ساخت و در صورتِ امتناع بقتل تہدید کرد
پس بخوفِ تلفِ نفس و رخصت شرع بر نوشتنِ آں اقدام نمود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردیم آنوقت طائفہ
ملاحدہ در مشرقِ زمین ہیچ وجودے نداشت۔ پس معلوم شد کہ تفسیر مذکور در حالتِ اختیار نہ
از روئے اضطرار نوشتہ بود و مدتہا بنام ناصر خسرو اشتہار داشتہ ورنہ کسے را کہ در صدد
ابرائے نفسِ حکیم از طعن اسمٰعیلیت باشد چہ ضرور بود کہ تفسیر مذکور را باو نسبت میکرد۔

اکنوں باز بر سرِ سخن رویم۔ در تاریخ وفات حکیم نیز مانند سالِ ولادتِ او اختلاف کردہ اند
دولت شاہ سمرقندی میگوید۔ در سالِ چارصد و سی و یک اتفاق افتادہ اما سفرنامہ وے
بہ بطلان آں گواہی میدہد۔ چہ سفرِ مغرب خود در سال مزبور واقع نشدہ بود۔ تا بسفر آخرت چہ رسد
و طاس و لیم بیل در مفتاح التواریخ سنہ ۴۴۱ھ چارصد و چہل و یک نوشتہ است۔ ایں قول نیز چوں
قولِ سابق درست نیست چہ بریں تقدیر لازم مے آید کہ مدت حیات او زائد بر چہل و ہفت سال
نباشد و لاکن قصیدۂ کہ در شصت و دو سالگی گفتہ در دیوانِ اشعارش یافتہ ایم۔ و ایں دو بیت
ازانجا نقل میشود ؎

گر تنم از گلشن دور است من | از دلِ پُر حکمت در گلشنم
شصت و دو سال است کہ گوید ہمے | روز و شباں گردونِ رہا و نم

صاحب حبیب السیر میگوید کہ ایامِ حیاتِ ناصر بعقیدۂ صاحب تاریخ گزیدہ از صد سال متجاوز بود
و صاحب مجمع الفصحا گفتہ کہ یک صد و چہل سال عمر یافت و در سنہ ۴۳۱ھ بعالم باقی شتافت و با
شیخ الرئیس ابو نصر ملاقات و مقالات نمودہ۔ اما اینہمہ اقوال از پیرایۂ صحت عاری و از زیورِ تحقیق

عاطل است وصحیح ترین اقوال آنست کہ حاجی خلفا در تقویم التواریخ نوشتہ و آں سال چار صد و ہشتاد و یک از ہجرت خاتم الانبیا است (علیہ التحیۃ والثنا)، و نیز ازیں کتاب معلوم میشود کہ وفاتِ حکیم ناصر خسرو و رحلت جدّنا شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی در یک سال واقع شدہ و بریں تقدیر عمر حکیم ہشتاد و ہفت سال برمے آید۔

از مصنفاتِ حکیم یکے روشنائی نامہ در نظم و دیگر کنز الحقائق در نثر شہرت دارد، اما چنیں کہ ملاحظہ میکنیم او را غیر ازیں نیز تصنیفات بسیار است از انجملہ یکے کتاب الندامۃ فی زاد القیامۃ در لغتِ تازی است کہ چارلس شیفر در ترجمۂ خود ذکر آں میکند و میگوید کہ "ناصر خسرو دریں کتاب اظہار ندامت و انفعال از زلات و خطایاے خود کردہ است و در بادی النظر چناں مینماید کہ بنیادِ آں بر خیالاتِ بحث و افکارِ لاطائل است اما اگر بغور دیدہ شود بعضے افاداتِ جلیلہ و اقعیہ نیز ازاں استنباط میتواں کرد۔ و میر متقی کاشی آنرا از تازی بہ پارسی ترجمہ کردہ است۔" و صاحبِ ہفت سموات از جملۂ کتابہاے او در نظم کتابے موسوم بہ سعادت نامہ نشان دادہ است۔ دیگر احوال ایں کتاب ہیچ ننوشتہ۔ و در ضمنِ رسالہ کہ سخن در تغلیطِ آں بالا گذشت۔ مصنفاتِ عدیدہ با حکیم نسبت کردہ شدہ است چوں کتاب مستوفی در فقہ و زاد المسافرین در معقولات و قانون اعظم و دستور الاعظم و تفسیر قرآن مجید و امثال ذلک۔ اگرچہ مضمون ایں رسالہ اصلا قابلِ التفات نیست اما غالب آنست کہ مردم آنوقت ایں کتابہا را از افاداتِ حکیم میدانستند ورنہ نسبت چیزے کہ در وجود نباشد با ہیچ کسیکہ علما منکر او باشند چگونہ صورت مے بست۔ و حکیم نیز بر بعضے ازیں کتابہا در شعر افتخار کردہ است۔ چنانچہ میفرماید ؎

ز تصنیفاتِ من زاد المسافر — کہ معقولات را اصل است قانون
اگر بر خاکِ افلاطوں بخوانند — ثنا خواند مرا خاکِ فلاطون

دیگر از افادات وے ایں سفرنامہ است کہ در دست داریم والحق کہ بسیار مستحق مدح و ستایش است۔ سادگی الفاظ و راستی بیان کہ دریں سفرنامہ دیدہ میشود گواہ ہمیں معنی است کہ صنعتہائے بیہودہ و مبالغہ ہائے دور از کار کہ من بعد در منشآت ایران بکلی راہ یافتہ تا قرن خامس ہیچ وجودے نداشت۔ در تمامی سفرنامہ کمتر واقعہ بر خلافِ عقل و عادت ذکر کردہ است۔ واگر چیزے ازیں قبیل مسموع افتادہ بضرورت روایت کردہ عہدہ آں بر راوی گذاشتہ است۔ در ذکر وادی جہنم کہ در فلسطین است میگوید "مردم عوام چنیں گویند ہر کس بسر آں وادی شود آواز دوزخیاں شنود کہ صدا از آنجا برمے آید۔ من آنجا شدم اما چیزے نشنیدم"۔ و در آخر سفرنامہ چناں تصریح کردہ است کہ "ایں سرگذشت آنچہ دیدہ بودم براستی شرح دادم و بعضے کہ بروایت شنیدم اگر در آنجا خلافے باشد خوانندگاں ازیں ضعیف ندانند۔ و مواخذات و نکوہش نکنند"۔ ہر چند در ہر واقعہ مورخانہ نظر کردن و باسباب و نتایج آں وارسیدن و از جملہ مشاہدات حوادث منتجہ را التقاط نمودن و حوادثِ عقیمہ را از میان انداختن و از رسوم و عادات اہالی ہر ملک و خصائص ایشاں محققانہ سخن راندن کہ امروز در روزنامہ ہائے اروپا دیدہ میشود دریں کتاب کمتر است فاما در زمانے کہ ایں روزنامہ مرقوم شدہ علم و معرفتِ مردم در دائرۂ بغایت تنگ محدود بودہ و سرمایۂ آنکہ در ہر باب رائے میتوانند از آنچہ مشاہدہ رود و باسباب و نتایج آں پے میتواں برد در دست نداشتند۔ پس ہر قدر کہ از قلمِ ناصر خسرو دریں زمانہ تراوش یافتہ مزیدے بر آں متصور نبود۔ و مع ذلک تا امروز در زبانِ پارسی ایں نوع گذارش واقعات و تصویر مشاہدات ہرگز دیدہ نشدہ۔ بالجملہ ایں سفرنامہ نیز مانند سائر تصنیفاتِ حکیم دریں ممالک ندرتے تمام داشت و دریں جزوِ زماں جز

در کتاب خانہ سر آمدِ نور خانِ روزگار جناب مستطاب نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر

دہلوی رئیس لوہارو ہیچ جا دیدہ نشدہ - اما در سالِ ہزار و ہشتصد و ہشتاد و یک مسیحی چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا بتوسط بعضے از شناختگانِ دولتِ انگلیس آں نسخہ[۱] را از اینجا طلب داشتہ و در لغتِ فرانسہ ترجمہ کردہ اصل و ترجمہ ہر دو را در محروسہ پاریس دار الملکِ فرانسہ طبع ساختہ است چنیں مینماید کہ اکثرے از مورخان و تذکرہ نویسان کہ در مصنفاتِ خود ذکر حکیم پرداختہ اند ازیں سفرنامہ بے خبر بودہ اند حتّٰی اینکہ ہیچکس او را در عہد طغرل بک و چغر بک نشان نداده و بسیارے از واقعات بر خلافِ ایں سفرنامہ نوشتہ اند - و بعضے از ایشاں کہ سفرنامہ را از جملہ تصنیفاتِ وے شمردہ اند غالباً آنرا بچشم خود ملاحظہ نکردہ - و آنچہ حکیم آخر عمر عزیمت سفرِ مشرق ظاہر نمودہ معلوم نیست کہ از قوت بفعل آمدہ یا نہ - اما از بعضے عبارات ایں سفرنامہ پیدا است کہ در لاہور و ملتان رسیدہ است +

از مطالعۂ ایں کتاب ثابت میشود کہ نویسندۂ آں بہ علم و فضل و تفحص نظر و راستی گفتار و متانتِ بیان و ذوقِ تحقیق موصوف بودہ و اگرچہ در اوائل حال ہم بتقاضائے سن و ہم بحکم اسبابِ تنعم عفاف و تقوٰی کمتر داشت و بر شرب خمر مواظبت میکرد - اما در آخر عہدِ شباب بتوبہ و انابت موفق شدہ ترک حشمت و جاہ گفت و بر دولتِ علم و ذخیرۂ دانش قناعت کردہ و امن از تعلقاتِ روزگار برچید - و بر خلافِ مشائخ عہدِ ما کہ ہمہ در گوشۂ مسجد و زاویۂ خانقاہ سیرِ انفس و آفاق کنند و از کنجِ عزلت پا بیروں نکشند مردانہ بر سفر بلاد و امصار و مشاہدۂ عجائب قدرتِ آفریدگار کمرِ ہمت بر بست +

دیگر مر حکیم موصوف را دو دیوانِ اشعار است یکے عربی و دیگر پارسی - دیوانِ عربی را صاحب

---

[۱] ایں نسخہ در عہدِ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بہ کتابت در آمدہ و مدتے در کتابخانۂ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش محفوظ ماندہ کہ یکجا حاشیہ بقلم خود دستخط ثبت فرمودہ است و آں متعلق بہ تجدید بیعت مسیح بیوگی ہست کہ در سنہ ہجری واقع شدہ ۱۲ حالی

تذکرۂ مجمع الفصحا، از جملۂ تصنیفاتِ وے شمردہ است و دیوان پارسی کہ مشتمل است بر چندین ہزار بیت در ایران چاپ شدہ بین الناس متداول است۔ و راقم این سطور مجموعۂ منتخبے ازاں ہنگام تحریر ایں اوراق از کتابخانۂ سابق الوصف بدست آوردہ است۔ وے ہجت تخلص میکند و احیاناً ناصر و ناصر خسرو نیز بحسبِ ضرورت در شعرے آرد۔ غالب اشعارش قصائد و مقطعات است و سخنش با سخنِ عامۂ شعرا ہیچ نمیماند۔ در یک بیت ندیدہ ام کہ از عشق و جوانی حرفے گفتہ یا بہ ہجِ اہلِ دنیا لبے آلودہ باشد۔ مجموعِ دیوانش مشتمل بر مناقبِ ذریّۂ رسول و لاسیما و محامدِ مستنصر باللّٰہ و مواعظ و حکم و اسرارِ تکوین و شکایت ابنائے زماں و ذمِ علمائے ظاہر است و غالب اشعار در بحورِ غریبہ قلیلۃ الاستعمال گفتہ۔ اگرچہ عامۂ گفتارش نمک کمتر دارد۔ اما بلاغتِ شاعرانہ را با جزالتِ حکیمانہ جمع کردہ۔ و قدرتے کہ بر ادائے مطالب عالیہ در نظم داشتہ در نثر دیگراں ہم نتواں یافت۔ قدرِ یسیرے از کلامش در اینجا نقل میشود۔

در نکوہش ابنائے روزگار

گوئی مرا کہ جوہرِ دیوان آتش است
دیوانِ ایں زمانہ از گِل مُخَمَّر ند

جز آدمی نژاد ز آدم دریں جہاں
اینہا ز آدم اند چہ ، اجملگی خر ند

دعوے کنند آنکہ براہیم زادہ ایم
چوں نیک بنگری ہمہ شاگرد آذر ند

خویشی کجا بریم کہ از بہرِ لقمۂ
اینجا برادراں ہمہ خصمِ برادر ند

نہ کافرے بقاعدہ نہ مومنے بشرط
ہمصحبتانِ من نہ مسلماں نہ کافر ند

ہاں تا ازیں گروہ نباشی کہ در جہاں
چوں گاؤ مے خورند چو گرگاں ہمیدر ند

اے سنیاں کہ سیرتِ شاں بغض حیدر است
حقا کہ دشمنانِ ابوبکر و عمر ند

وآنانکہ ہست شاں بہ ابابکرؓ دشمنی ... چوں دوست اند چوں ہمگی خصمِ حیدرؓ اند

گر عاقلی ز ہر دو جماعت سخن مگوے ... بگذار شاں بہم کہ نہ افلح؎ نہ قنبر اند

در وصفِ قلم بطریقِ لغز

آں زرد و تنِ لاغرِ گل خوارِ سیہ کار ... زرد است و نزار است چنیں باشد گِل خوار

ہموارہ سیہ سرش ببرّند از یراک ... ہمصورتِ مار است و ببرّند سرِ مار

تا سرش نبرّی نکند میل برفتن ... چوں سرش ببرّی برود وزود نگہ نسار

چوں آتش دو دوست سیہ کار و لیکن ... ایں زآب شود زندہ و زآتش بمرد زار

ہر چند کہ زرد است سخنہاش سیاہ است ... گرچہ سخنِ خلق سیہ نیست بہ گفتار

گنگ است چو شد ماندہ و گویا چو رواں گشت ... زیراکہ جدا نیست ز گفتارش رفتار

مرغے است و لیکن عجبے بے پر از یراک ... خوروش ہمہ قار آمد و رفتنش بمنقار

مرغے کہ چو در دست جنبید بہ بیسند ... در جنبش او عقلِ ترا مردم ہوشیار

تیرے است کہ سوفارش در رفتن پیش است ... ہر چند کہ ہر تیر سپس دارد سوفار

اقرار تو باشد سخنش گرچہ روا نیست ... در دیں کہ کسے از کس دیگر کند اقرار

دشوار بود بانگ تو از خانہ بہ دہلیز ... آساں بود آوازے وے از بلخ بہ بلغار

در دستِ خردمند ہمہ حکمت گوید ... جز ژاژ نخاید ہمہ در دستِ سبکسار

رازِ دلِ من بارے یکسر ہمہ با اوست ... زیراکہ امین است و سخنداں و بے آزار

اے مرکبِ علم و سخنِ حکمت لیکن ... انگشت خردمند ترا مرکبِ راہوار

؎ افلح نام غلام ابوبکر صدیق و قنبر نام غلام علی مرتضی است ۱۲

در پائے تو بسیار بہ از دیبۂ رومی   ہر چند کہ دیبائے ترا نیست خریدار

در انجامِ کارِ دنیا

ناصرِ خسرو براہے میگذشت   مست ولا یعقل نہ چون میخوارگان
دید قبرستان و مبرز رو برو   بانگ برزد گفت کاے نظارگان
نعمتِ دنیا و نعمت خوارہ بین   اینش نعمت اینش نعمت خوارگان

در موعظت

تمیز و ہوش و فکرت پنداری   چون داد ترا خیرہ خیرہ باری
تا کار بندی اینہمہ آلت را   در غدر و مکر و حیلہ و طراری
دارا برفت مفلس ازین عالم   با او نرفت ملک و جہانداری
با روے چون نگاری و دانش نہ   گوئی مگر کہ صورتِ دیواری
مردم ز راہِ علم بود مردم   نہ زین تنِ مصوّر دیداری
تا خامشی میانِ خردمندان   مردے تمام صورتی و کاری
لیکن گہ سخن شود پدید آید   کز جان و دل ضعیفی و بیماری
گوئی کہ از نژادِ بزرگانم   گفتاری آمدی تو نہ کرداری
بے فضل کمتری تو ز کنجشکے   گرچہ ز پشتِ جعفر طیاری

خطاب بہ آسمان

کار و کردار تو اے گنبد زنگاری	نہ ہمے بینم جز مکر و ستمگاری
زانِ بد خور اما نی کہ مرا با تو	سازگاری نہ صواب ست نہ بیزاری
نیستی اہل و سزاوار ستایش را	نہ نکوہش را زیرا کہ نہ مختاری
زینہار اے پسر این گنبد گردان را	جز یکے کارکن و بندہ نہ پنداری
ما خداوند ترا خانہ گفتاریم	گر تو او را فلکا خانہ کرداری
مور و ماہی را بر خاک و بدریا در	نیست پنہاں شدن از وے بشب تاری
گرہمے نعمت دائم طلبی آورا	بندگی کن۔ بہ درستی و بہ بیماری
این یکے جادو بیکار زبوں گیرست	چند گردی ز پسِ او بہ سبکساری
سیرت زشت نہ اندر خور احرارست	سیرت خوب کو گر تو ز احراری

بہ خوے خوب چو دیبا او چو عنبر شو

گرچہ در شہر نہ بزاز و نہ عطاری



ترجمۂ بعضے از مقالات حکمائے اروپا از انگلیسی در پارسی

۱۔ کسیکہ اصلا بہ گفتار نیاید مانند آنکس کہ ہرگز لب از گفتار نہ بندد۔ خطاب را نشاید۔

۲۔ خودپسنداں را کہ ہیچگاہ جز بہ ستایش خود حرف نمیزنند۔ لب از گفتار نتواں بست۔

۳۔ نکوئی دیگراں راستودن خود را در نکوئی آنہا شریک وانمودن است۔

۴۔ یک سخن طیبت کہ بار بار بر زباں آید اصحاب را ملول سازد۔

۵۔ کسیکہ پیشِ اصحاب غیر از سرگذشتِ خود سخن نمیگوید۔ اگرچہ نفسِ خویش را فربہ میسازد و لاکن اصحاب را جز ملالت نمے افزاید۔

۶۔ کسیکہ عقل ضعیف دارد رہست گو نمیتواند شد۔

۷۔ پادشاہاں و بزرگاں را بہ صفاتے کہ ندانند ستایش کردن ایشاں را بگناہاں تحریض دادن ست۔

۸۔ جوان کہ رہنمائے جوانے باشد مانندِ نابینائے ست کہ نابینا را راہ نماید۔ محتمل کہ ہر دو از پا درآیند یا بہ چاہ درافتند۔

۹۔ شرطِ دوستی دوست را بر عیبِ او مطلع گردانیدن است نہ از عیب خود آگاہ نمودن۔

۱۰۔ کسانیکہ فریبِ ما خوردہ اند در چشمِ ما حقیر مینمایند۔ چنانکہ ما فریبِ دیگراں خوردہ در چشمِ خود حقیر مے نمائیم۔

۱۱۔ کسے را کہ حالِ او موافقِ خواہشِ او باشد ہر آئینہ خورسند و خوشدل میتواں گفت اما ہوشمند نمیتواں گفت مگر آنکہ خواہشہائے خود را موافق حالتِ خود کردہ باشد۔

۱۲۔ کسیکہ از دولت و قناعت وسیلت ہیچ ندارد۔ از سہ رفیقِ دمساز محروم است۔

۱۳۔ کسیکہ بر خطائے دیگراں نمے بخشاید رخنہ در آں پل مے اندازد کہ خود او را از آں عبور میباید کرد

چہ ہیچکس از خطا معصوم نیست۔

۱۴۔ ہر کس فرزنداں را در تنگی و عسرت برائے آں میگذارد کہ بعد او پس از مردن او خوشحال و فارغ البال باشد۔ گوئی شاخے سرسبز را قطع مے کند تا شاخِ خشک را سرسبز کردہ باشد۔

۱۵۔ زنہار دوستِ چہارم آنکس نہ شوی کہ پیش از تو سہ کس را دوست گرفتہ ہر سہ را از دست دادہ باشد۔

۱۶۔ عہد پیری بشایستہ ترین وجہے بسر بردن جز خاصاں را میسر نیست۔

۱۷۔ بر اکثرے از خطاہائے دوستان کہ خردہ مے گیریم از برائے آنست کہ آں خطاہا در کارِ ما ہیچ خلل نمے اندازد۔

۱۸۔ حقیقتِ حالِ یک کس بتفصیل دانستن مشکل تر از آں است کہ احوالِ کافۂ ناس بہ اجمال دانستہ باشد۔

۱۹۔ عیبے کہ نتوانی از خود دور کنی در چشم تو جز ہنر ننماید۔

۲۰۔ ہر داعیہ کہ نفس در خاطرِ مردم برمے انگیزد آخر در وقتے از اوقات فرو مے نشیند۔ اما داعیۂ عجب خود پسندی دائما ہمچناں متحرک میباشد۔

۲۱۔ کسانیکہ استخفافِ مال و دولت میکنند بسیارند اما کسیکہ ترک مال و دولت بگوید حکم عنقا دارد۔

۲۲۔ در زندگانیِ دنیا بعضے از حوادث چناں واقع میشود کہ تا خود را بہ تکلف احمق ننمائیم نتوانیم از سوءِ عواقبِ آنہا محفوظ باشیم۔

۲۳۔ ستایشِ خلق را سزاوار بودن آسان تر است کہ از مذمتِ ایشاں محفوظ ماندن۔ چہ آں بہ یک فعل پسندیدہ حاصل میتواں کرد و ایں جز بہ اجتناب از تمامیِ افعالِ قبیحہ و سائر

اقوال نامرضیہ صورت نمیتواند بست +

۲۴ - با ہر کہ دوستی ورزیدی ہموارہ بر دوستی او ثابت قدم باش +

۲۵ ہیچ فریب بدتر از آن نیست کہ کسے را امیدوار کردہ باز نا امید گردانی +

۲۶ ہیچ چیز در چشم مردم خوش تر از آن نمے نماید کہ کسے ممنون ایشان باشد و ہیچ آواز در گوش ایشان شیریں تر از آں نمے آید کہ نغمۂ شکر احسانِ ایشان سرایند +

۲۷ معنیٔ خوشامد آنست کہ کسے را بجائے کہ ندارد موصوف گردانند پس دانا باید بہ سخن خوشامد گویان از جا نرود - بل بصفاتیکہ بہ دروغ بروے بستہ اند خود را بحقیقت متصف گرداند

۲۸ - علمے کہ تحصیلِ آن واجب است تقلید نیک کرداران ست و بس +

۲۹ - بر دیگران خردہ گرفتن آسان ست اما بر خردہ گیریِ دیگران صبر نمودن دشوار +

۳۰ - رازیکہ با دیگراں درمیان مے نہی - دیگراں را تکلیف اخفائے آں مدہ +

۳۱ کسیکہ نسبتِ کبر بہ دیگرے میکند بہ یقین داں کہ خود متکبر ست +

۳۲ - چندانکہ مے بینیم ہیچکس از کبر خالی نمی یابیم - گوئی ایں خصلت چوں اعضائے بدن در ہر کس از بہر آں آفریدہ اند تا بداں وسیلت از ننگِ عیبہا کہ دارند متاذی نشوند +

ترجمۂ تہذیب بعضے از مضامین نفیسۂ محاسن الاخلاق مرتبہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ مرحوم از اردو در پارسی حالیہ ایران

کبر و خود پسندی

طبع انسانی چنانکہ مائل بہ کبر و خود پسندی است بہ ہیچ یک از خصائل نیست - ایں صفت در ہر کس

برنگِ دیگر جلوہ میکند و ہر جا بشکلے جداگانہ ظہور مینماید۔ تا بجدیکہ گفتہ اند مغرورترین مردم آنست کہ ازین صفت برائت خود میکند۔ و از عجائب خواص انسانی آنست کہ با آنکہ ہیچکس از شائبۂ این رذیلت خالی نیست ہر گاہ اثرے ازاں در دیگراں مشاہدہ میرود بر ایشان نفرین مے کنند و زبانِ طعن و راز میسازند و تعجب بر تعجب ظاہر مینمایند۔

بعضے از حکما گفتہ اند کہ "متکبراں و خود پسنداں را ہیچکس دوست نمی باشد۔ زیراکہ دوستی را مساواتِ طرفین شرط ست و ایشاں بر مساواتِ کس راضی نمے شوند ہمچنین ہیچکس ایشاں را ناصح نمیتواند شد۔ چہ ناصح باید در مرتبہ از مخاطب افضل و برتر باشد۔ و ایشاں فضیلت و برتری کس بر خود منظور نیست۔" چنانکہ قیمت اسپ در اصطبل نسبتہً بہ نخاس بیش مینماید ہمچناں مردِ متکبر خود را در نظرِ خویش بہ نسبت آنکہ در چشم دیگران ہست بالاتر و گرانقدرتر مے سنجد۔ جز خوشامدگویان و چاپلوساں کسے را دوست نمیدارد و با بزرگان عداوت و از خردان نفرت داشتن و ہمسراں را حقیر شمردن خاصۂ اوست۔

حکیمے گفتہ است کہ "عاقلان لباس را باندازۂ بدن سازند و متکبران بدن را در خورد لباس۔ یعنی آنہا چنانکہ ہستند ہمچناں خود را ظاہر مے کنند۔ و اینہا از انچہ ہستند بزرگتر وا مینمایند۔" مرد باید گاہ گاہ در اوقات فرصت بحالِ خود پرداختہ مے اندیشیدہ باشد۔ کہ وجود ایں پیکرِ خاکی کہ مسمّے بہ انسان ہست با ایں فضائے بے پایاں کہ مشتمل بر عوالم بے شمار و سراسر روئے زمین در عرصۂ آں ہیچ در حساب ہست چہ نسبت دارد؟ ہماناچوں گرد موہومے کہ بہمراہیِ چرخہائے ارابہ بے اختیار در گردش باشد۔ روز و شب و شام و پگاہ بے قصد و ارادت با ہوائے جو بہ رقص کناں و چرخ زناں میرود و مانند صدائے کہ از تارِ طنبور خیزد در بحرِ بیکراں پیوستہ مد شناست۔ پس چیزے را کہ حقیقتِ او اینچنیں باشد کے میرسد کہ تاجِ غرور

بر سر نہادہ بر ابنائے جنس خود کہ زود با ایشاں در خاکِ گور برابر خواہد شد برتری و تفوق جو
آیا نمیداند کہ او نیز چوں سائر بنی نوع خود بانواع عیب و خطا گرفتار و بغایت مسکنت موصوف است
و عارضہ از عوارض بشری چوں ملال و کلال و خوف و رجا و شادی و غم آنچناں نیست کہ بدو
عارض نشود و قتیکہ بیمار میشود چوں دیگراں بیچارہ و علاجش احتیاج مے افتد و ہرگاہ کہ خواہد مرد
چوں بیچارگاں و مسکیناں زیر خاک پنہاں کردہ خواہد شد۔ چوں صورت بریں منوال است
چیزے لائق تر بشانِ او غیر از تواضع و فروتنی و عجز و انکسار نباشد۔ پس آدم خاکی نہاد باید از
کمینگاہ نفس بر حذر باشد کہ بیچارہ را بصد گونہ ریو و رنگ فریفتہ از آنچہ ہست بر تر و بزرگتر
در نظرش جلوہ گر میسازد۔ چنانکہ واعظے رسہت گفتار را حکایت کنند کہ چوں از وعظ و تذکیر فارغ
شد از بالائے منبر فرود آمد و سامعین بر فصاحت گفتارش صدائے تحسین و آفریں از چار سو
بلند کردند گفت اے عزیزاں دیگر بمدح و ستایش شما حاجت نماندہ است۔ چہ پیش از آنکہ
از منبر فرود آیم شیطان از یں ترانۂ دلکش ہر دو گوش مرا پُر ساختہ از مدح و ستایش دیگراں بے نیاز
گردانیدہ است ٭

شجاعت

کسانے کہ بحکم حرص و حُبّ جاہ خود را در مہالک و مخاطر افگنند بہ شجاعت و جوانمردی
موصوف نتواں کرد۔ مانندِ آنکہ در کوہستان سفر دور و دراز از بہر آں اختیار کنند کہ بر معدنیات
دست یابند۔ یا ملل غیر متمدنہ را کہ تاب مقاومت با اسلحۂ جانسوز ایشاں ندانند حلقۂ اطاعت
در گوش و طوقِ غلامی در گردن اندازند۔ ہر آئینہ ایشاں را بجائے آنکہ شجاع و بہادر نام نہند
رہزن و قزاق خواندن اولیٰ تر است۔ چہ شجاع بحقیقت آنکس تواند بود کہ محض نفع خلائق
انواع محن و مشاق بر نفس خود گوارا کند و جان عزیز را در مواقع خوف و خطر اندازد۔ ہمیں نوع

جوانمردان بودہ اند کہ مجسمہ ہائے ایشاں در صنم خانہ ہا نہادہ اند و عبادتخانہ ہا بنامِ ایشاں طرح افگندہ اند و تماثیلِ آنہارا قابلِ پرستش اعتقاد نمودہ ॰

مناصب جلیلہ

آنانکہ بمناصبِ جلیلہ سلطانی فائز میشوند بحقیقت سہ چیز را برخود خداوند میسازند یکے سلطان راکہ آزادی نفسِ خویش بدستِ او فروختہ اند و عنانِ اختیارِ خود در قبضۂ اقتدارِ او سپردہ۔ دویم شہرت و ناموری خویش راکہ ہرچہ منافیِ آں باشد زنہار گرد آں نگردند۔ وجز بکارے اقدام نکنند کہ مقتضائے شہرت و نام و ننگ تواند بود۔ سیوم فرائضِ منصبِ خویش راکہ یک لحظہ از فکر آنہا نتوانند آزاد شوند۔ ہمانا طالبِ منصب آزادیِ خود فروختہ بعوضِ آں حکومت بر دیگراں میخرد۔ و اختیاراتِ خویش از دست دادہ بر دیگراں اختیار حاصل میکند۔ تا بمنصبِ مطلوب نمیرسد۔ انواع رنج و تعب نصیب او میباشد وچوں بداں فائز مے گردد۔ آں ہمہ رنج و تعب یک بدہ میشود۔ و اگر کار بمعزولی کشید پس حیاتش تلخ تر از ممات گشت ॰

مدح وستایش

مدح وستایشِ عامۂ ناس کہ از صورت بمعنی راہ نبردہ اند۔ میباید از صدق و راستی بمراحل دور تر باشد۔ چہ بکنۂ حقیقتِ کمالات پے بردن و مدارجِ کمالات را از ہم تمیز دادن از حدِ فہمِ ایشاں بالاتر است۔ پس غالب مدحِ ایشاں بر کمالاتِ درجۂ ادنے از بذلِ جود و برّ و احسان و مہمان نوازی و لطف و مدارات و امثالہا مقصور میباشد۔ و ممکن کہ گاہ

گاہ بہ کمالاتِ درجۂ اوسط از شجاعت و استقلال و وفاداری و عصبیت مطلع شدہ دادِ مدح وثنا دادہ باشند۔ فاما کمالاتِ درجۂ اعلیٰ از خلوص و بے غرضی ورقتِ نوعیت و در مصالحِ عامّہ کوشیدن۔ و باصلاح مفاسد عامّہ پرداختن۔ و در فصل خصومات حیف ومیل بکار نبردن۔ و از حمایتِ مدعیانِ باطل اگرچہ دوست باشند ابا نمودن۔ در پاسداری حق از مذمتِ عوام نیندیشیدن و امثال ذٰلک۔ پس اندازۂ آنہا از سرحدِ فہم و ادراکِ ایشاں بیروں ست۔ لاجرم اگر بالفرض کسے در خواہش ہائے ناروا از نصرتِ دوستان پہلو تہی کند آنرا بے وفا و بے مروّت نام نہند۔ و ہر کہ در محکمۂ قضا بخلافِ آشنائے شہادت بحق دادہ باشد۔ او را از اراذلِ ناس شمارند۔ ہمچنیں سائر راستبازانِ آزاد منش را بدنام یاد کنند و ایشاں را ازتہ دل بے دین و سنگدل و مکّار و خائن انگارند۔

ہم دریں معنی نیز چنیں گفتہ اند کہ حسن و قبحِ افعال مردم موقوف بر نیتِ ایشان ست ہماں یک کارست کہ اگر از نیتِ نیک صادر شدہ است آں را کار نیک میتواں گفت و اگر بہ نیتِ بد صدور یافتہ آں را کارِ بد میتواں شمرد۔ مانند آنکہ یکے از ارتکاب ظلمے۔ کہ جز بہ جرأت و ہمت و زحمت و مشقت اقدام بر آں نتواں کرد۔ تحاشی میکند و پہلو تہی میزند۔ پس چنانکہ میتواں گفت۔ از جبن و نامردی پیرامونِ آں نمیگردد۔ ہمچنیں میتواں گفت کہ بمقتضائے عدالتِ جبلّی مرتکبِ جرم نمیشود۔ پس کسانیکہ فضائل و کمالاتِ درجۂ اعلیٰ را نمے توانند اندازہ بدانند امثال ایں امور را ہموارہ بر محمل بد فرود آرند و نیکو کاراں را مستحقِ ذم و نفریں شمارند سبلے فضائل و کمالاتِ انسانی بمثابۂ دریا است کہ بر روئے آں بجز از اشیائے کم وزن و خفیف چوں خس و خاشاک و برگِ گاہ ہیچ نمودار نیست۔ و ہر چہ از اشیائے ثقیل و گرانمند باخود دارد جز در قعرِ آں نتواں یافت۔

مشق و مہارت

در طبیعتِ ہر کس از افرادِ انسانی استعدادے خاص ودیعت نہادہ اند کہ بہ مشق و مہارت ترقی مے پذیرد۔ و انسان را در آنچہ مشق و مہارت ورزیدہ است بمرتبۂ کمال میرساند کہ کارہائے دشوار را بہ سہل ترین وجہے سرانجام تواند کرد۔ رسن بازان و رقاصان و مغنیان کہ در فنونِ خود کارہائے عجیب و عملہائے غریب بروئے کار آوردہ تماشائیان را در تعجب مے اندازند نتیجۂ ہمیں مشق و مہارت است۔ کہ ایشان بحکم استعداداتِ خاصۂ خود بکار بردہ اند۔ ورنہ ہیچ خاصیتے در ذات ایشاں آنچناں نیست کہ تماشائیاں و بحیرت زدگان کم و بیش در فطرتِ خود ہا نداشتہ باشند۔

پیدا است کہ در ہر قوم و ملت بعضے از مردم در بذلہ سنجی و خوش نفسی و بعضے در قصہ گوئی و داستان طرازی۔ و ہمچنیں بعضے در شاعری و بعضے در مصوری و بعضے در فنونِ دیگر شہرۂ روزگار و مشارٌ الیہ بالبنان در دیار و امصار میباشند۔ و عامۂ ناس را گمان آنکہ ایشاں از جودتِ ذہن و روشنیِ طبع دریں کمالات یدِ طُولیٰ بہم میرسانند۔ اما کسانیکہ بہ قوانینِ طبیعی پے بردہ و مجاری احوال را نیکو سنجیدہ اند۔ میدانند کہ منشائے کمالات ایں نام آوراں جز مشق و مہارت چیزے دیگر نبودہ است۔ آرے ایں قدر ہست کہ استعدادِ ایں کمالات کہ در طبائع ایشاں ودیعت کردہ بودند۔ ایشاں بہ مشق و مہارت آں کمالات را از قوۃ بفعل آوردند۔ اگر اصل استعداد در جزو فطرت آنہا راسخ نمیبود و ایشاں بروفق استعداداتِ خود توفیق مشق و مہارت در کمالاتِ مزبورہ نمے یافتند۔ زینہار بہ محض جودتِ ذہن و فطانت کارے از پیش نمے بردند۔

در فطرت اکثرے از تجارت پیشگان استعداد شاعری بمرتبہ کمال ملاحظہ مینمائیم وہر بسیارے از شعرا قابلیت فنِ تجارت بدرجہ غایت مشاہدہ مے کنیم۔ امانہ آنہا بسبب شغلِ تجارت رشاعری کرشمہ بر روئے کار آوردہ اند ونہ اینہا بسبب انہماک در شعر وسخن از ملکہ تجارت حظے بودہ اند پس امتیاز صریحی کہ درمیانہ حکما وارباب زراعت یا شعرا واہلِ تجارت یافتہ میشود منشائے حقیقی آں ہمیں مشق ومہارت است وبس کہ افراد یک نوع را از ہم تمیز دادہ بہ خواص مختلفہ واوصاف متبائنہ مخصوص گردانیدہ است۔ ازینجاست کہ ہر عادتے کہ بہ مشق ومہارت رسوخ بیابد۔ ترکِ آں چوں تبدیل فطرت مستحیل میگردد۔ پس مرد باید کہ از تکرار فعلِ بد بکلی پرہیز کند۔ مبادا آں فعل رفتہ رفتہ منجر بہ عادت گردد وازالۂ آں از حیطۂ قدرتِ بشری خارج باشد۔

مصیبت وناکامی

در کارخانۂ عالم از اقبال وادبار وذلت وعزت وناکامی وکامیابی طرفہ تماشا بنظر مے آید۔ یکے را محبت وادبار از چارسو آنچناں فرا گرفتہ است۔ کہ ہرچہ میکوشد راہ بجائے نمے برد وبہر طرف کہ مے شتابد ناکام برمے گردد۔ روز وشب مصائب آفات چوں ابر مدرار برا و مے بارد۔ وشب دیجور او بارش ہیچ نوع پایاں نمے پذیرد بخلاف آں دیگرے را بخت واتفاق چناں ساعد افتادہ است کہ اگر خاک سیاہ راس میکند طلائے خالص میشود واگر در شورہ زار تخم مے افشاند۔ زود برگ وبار مے آرد۔ دولتِ بیدار با او عہد یکجہتی بستہ است وطالعِ فرخندہ نردِ وفا باختہ۔

امّا از آنجا کہ ظہور اینہمہ آثار مختلفہ واحوال متناقضہ راجع بہ مشیتِ آں حکیم علام است کہ فعلے از افعال

یا حکمے از احکام او خالی از حکمت نیست۔ پس مرد باید کہ در ہجوم مصائب و آلام دامن استقلال از دست نہ دادہ بیقین دانستہ باشد کہ در پردۂ اینہمہ مکروہات نا ملائم ابستہ حکمتے خاص و مصلحے عظیم مخفی خواہد بود۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "ہر کہ بمصیبتے از مصائب گرفتار نشدہ ہمانا یک روئے دنیا دیدہ از تماشائے روے دیگر محروم است"۔ ہر آئینہ مسرت حقیقی حاصل نمیشود مگر آنکہ لذت غم چشیدہ باشند۔ حکیم سنیکا مر شاگردان خود را ہموارہ پندہے داد کہ "لذت مصیبت بچشید۔ تا لذت عافیت دریابید"۔ چنانچہ گفتہ اند "قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید"۔ ہیچ راحت در حق انسان خوشتر ازاں نیست کہ بعد جراحت میسر آید و محنتے کہ بہ راحت انجامد بحقیقت عین راحت است۔ کسیکہ در مقابلۂ بلا ثبات نہ ورزیدہ و بہ صبر و استقلال بر مشکلات غالب نیامدہ و در بوتۂ ابتلا گداختہ نشدہ۔ بہ مثال طلائے است کہ بر محک امتحانش نہ سودہ باشند۔ وازیں سبب قیمت آں شخص نشدہ باشد۔

مصیبت بحقیقت مدرسہ ایست کہ جملہ قوائے روحانیہ در و تربیت بیابد و انسان بوسیلۂ آں زشتی گناہ و بے ثباتی دنیارا بہ رأے العین مشاہدہ میکند۔ اگرچہ بعضے از نکوئیہائے نمایاں چوں بذل وجود و عدل و احسان در ایام عیش و کامرانی ہم میتواں کرد۔ اما نکوئیہائے پائندہ و استوار از توکل و قناعت و صبر و استقلال و ہوشمندی و دور بینی جز در حالت یاس حرماں صورت نمیتواند بست کہ مرد را از خواب غفلت بیدار میکند و خیالات دلفریب از خاطر او بکلی محو ساختہ روے توجہ بہ قبلۂ مقصود عالم و عالمیان منعطف میگرداند و دنیائے دنی را در نظرش چوں بازیچۂ اطفال خوار و بے قدر میسازد۔ آرے چنانکہ رائحۂ مشک و عود بہ سوختن و سائیدن نمایاں مے شود ہمچناں نکوئی مردم در ہجوم مصائب آشکارا مے گردد۔

تعلیم

اُستاد باید ہرگاہ بہ تعلیمِ مبتدیان پردازد۔ از پایۂ خویش کہ در علم و فضل داشتہ باشد تنزّل نماید۔ چنانکہ پہلوانے زورمند چوں قواعدِ کُشتی بہ شاگردانِ خُردسال بیاموزد سرپنجگی و زورآوری را یکسو نہادہ از پایۂ خود آنچناں فروتر آید کہ شاگرداں بدانند یکے از ہمسرانِ ایشاں بہ ایشاں بازی میکند۔ بسا معلمان کہ ہنگامِ درس ایں اصل را مطمحِ نظر نمیدارند و از منزلتِ علمِ خود تنزّل نانمودہ سخنانِ بالاتر از فہمِ متعلمان افادہ مینمایند۔ در غالبِ احوال سعیِ ایشاں رائیگاں میرود و نفعے از درسِ ایشاں بہ متعلمان نمیرسد۔ چنانکہ غذائے ناملائمِ طبع پیش از آنکہ جزوِ بدن تواند شد غثیان آوردہ از معدہ برمے آید۔ ہمچناں درسِ اُستاد کہ بہ فہمِ شاگرداں مناسبت ندارد بہ ذہن و حافظۂ ایشاں درنمے سازد۔

علم اخلاق

علم اخلاق از سائر علوم بدیں شرف امتیاز دارد کہ قابلیتِ آں در سرشتِ اطفال پیش از قابلیتِ درس و کتاب حاصل مے شود و تعلیمِ آں در ہر زمان و ہر مکان میتواں کرد۔ خانہ و باغ و مکتب و مجلس و خلوت و جلوت و کنارِ مادر و آغوشِ پدر برائے آں یکساں است۔ ایں علم ہر کس را از کودک و جوان و پیر ہدایت میکند کہ حقوقِ الٰہی بر ذمتِ ہمت او کدام ست و حقوقِ بنی نوع و حقوقِ نفسِ خویش کدام؟ مال و دولت را چہ طور بذل تواں کرد؟ و چہ قدر از آں در رفاہِ خلق و چہ قدر در خدمتِ ذَوِی القُربٰی صرف تواں نمود؟ حقیقتِ انسان چہ چیز ست؟ و او از برائے کدام مقصد آفریدہ اند؟ غایتِ علم چیست؟ و کدام چیزہا ست کہ دانستنِ آنہا براو

واجب است؟ مراد از شجاعت چیست؟ و اعتدال و عدالت چہ معنی دارد؟ علومت از حرص و آز۔ و غلامی را از اطاعت و آزادی را از اطلاقِ عنان چگونہ فرق توان کرد؟ قناعتے کہ محمود است علاماتِ آں چیست؟ از آلامِ جسمانی و ہمومِ روحانی تا کجا باید گریخت و از ذلت و مرگ تا بہ چہ حد تحاشی باید نمود؟ از سختی بلاہا چگونہ میتواں رست و بہ چہ نوع تحمل آنہا میتواں کرد؟ چگونہ خود را مے باید شناخت؟ و چہ طور خوش میتواں زیست و خوش میتواں مُرد؟

علامت تہذیبِ اخلاق در آدمی آنست کہ شگفتہ رو و پسندیدہ خو باشد و از کدورت خاطر بکلی پاک بود۔ چنانکہ در حوالیِ ماہِ تاباں بر روے فلک اثرے از گرد و غبار نباشد ہمہ وقت آثارِ بشاشت از چہرۂ او ہویدا باشد۔ نفس امارہ را در عینِ سرکشی و طغیان نگذارد از جا رود و زمانۂ خوف و رجا و ایام قحط و وبا بہ کمالِ استقلال و شادمانی بسر آرد۔

تہذیبِ اخلاق بخلاف راے کسانے کہ آنرا بہ خارزارِ دشوار گذار تمثیل میدہند برمثالِ راہے است کہ طرفین آں راہ از گلہاے رنگا رنگ و اثمار گوناگون و اشجار سرسبز و شاداب و نہرہاے رواں نمونۂ بہشت برین است و ہر کہ ازیں راہ میگذرد بادلے شادماں و خاطرے مطمئن بمنزلِ مقصود میرسد۔ راہے است بہ نکوئی رہنموں کہ ہر یک از کودک و جوان و پیر و فاسق و معصوم ش آسان تواند پیمود۔ رنج و محنت ازیں راہ بمراحل دور است و راحت و آرامش در ہر قدم مہیا۔

علم اخلاق بمثابۂ مادرِ مہربان است کہ اولادِ خود را از چرک و آلودگیہا پاک میدارد و پرورش آنہا نمودہ تنومند و قوی بار مے سازد۔ بر ایشان سخت نمیگیرد و ہموارہ در صدد آں میباشد کہ در عز و شان و حسن و جمال و صحت و سویتِ ایشاں بیفزاید و بہر صورت کہ میتواند دلنشیں آنہا میکند کہ چگونہ اینہمہ محاسن و خوبی ہارا آنچناں مضبوط و منتظم تواند ساخت

کہ زندگی بر ایشاں وبال نہ گردد +

پیدا است کہ بعضے از اطفال بالطبع از تعلیم اخلاقی متنفر و گریزاں میباشند بحدیکہ یک سخن ہزل را بر صد پند سودمند اختیار میکنند۔ واگر آواز دف وچنگ بگوشِ ایشاں بخورد درس وکتاب را بر طاقِ نسیاں گذاشتہ و کتب را خیرباد گفتہ دیوانہ وار بسوے آں مے شتابند۔ پس لائق تر بحالِ ایشاں آنست کہ بجاے علم وحکمت صناعتے از صناعات بہ ایشاں بیاموزند۔ زیرا چہ تعلیم اطفال چنانکہ افلاطون گفتہ است باید موافق استعدادِ ایشاں باشد نہ برحسبِ استعدادِ پدراں و نیاگانِ ایشاں +

خودکشی

مرگ راچنانکہ ظاہر است اسباب بیشمار است۔ از آنجملہ یکے خود را بدستِ خود کشتن است آدمی را در کشاکشِ زندگانی اکثرے از نوازل وحوادث چناں پیش مے آید کہ از تحملِ آں عاجز آمدہ مرگ را بر زیست اختیار مے کند +

حکما را در آنکہ خودکشی در حالتے از حالات جائز میشود یا نہ۔ اختلاف است۔ یکے را از حکما پرسیدند کہ آزادانہ زیستن چگونہ میسر آید؟ گفت از آنکہ مرگ را آسان شمرند۔ چہ کسیکہ از مرگ نمے ترسد از ہیچ رنج و مصیبت باک ندارد۔ گویند پسرے اسیر آمدہ بدستِ ظالمے فروختہ شد۔ آں جفاکار بذلیل ترین خدمتش مامور کرد۔ پسر گفت آیا گمان مے بری کہ ہر کہ ازیں ذلت آسان میتواند رست بہ اطاعتِ تو مجبور شود؟ ایں بگفت و خود را از کریوۂ بلندے بہ پائیں انداختہ از قیدِ حیات و قیدِ غلامی پاک برست۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "مرد آنست کہ زندہ ماند چندانکہ خواہد نہ چندانکہ تواند" وگفتہ اند "منت خداے را کہ کلیدِ مرگ بما

تفویض فرمودہ است تا بداں وسیلت ہرگاہ کہ خواہیم خود را از رنج و بلا وارہانیم۔ و منت ہم واہبِ بے منت را کہ برائے زندگی جز یک در نہ کشادہ است و برائے مرگ ابوابِ بے شمار مفتوح ساختہ۔" و نیز گفتہ اند "عرصۂ زمین بر زندگان تنگ میتواند شد۔ اما بر مُردگان در ہر زمان و ہر مکان فراخ است۔"

بعضے از حکما گفتہ اند "کسانے کہ از دنیا و مصائبِ آں شکایت میکنند خطا میکنند۔ کیست کہ ایشاں را بر تحملِ ایں مصائب مجبور ساختہ است مگر آنکہ جُبن و نامردیِ آنہا نمیگذارد از قیدِ حیات رستہ مکروہاتِ زندگی را خیرباد بگویند۔ مرگ ہمہ جا حاضر است ہمہ وقت اسبابِ آں مہیا است۔ ہر کس میتواند مارا از قیدِ حیات آزاد کند۔ بخلافِ مرگ کہ ہیچکس از پنجۂ آں نجات نمیتواند داد۔ اگر مرگ مقدورِ بشر نبودے زندگی از قیدِ غلامی بدتر بودے۔ مرگ نہ ہمیں مرضے خاص را علاج است بلکہ ہمہ دردہا را دوا است۔ در فنِ طب مقرر شدہ است کہ مَرض چندانکہ صعب باشد علاج آں نیز باید سخت تر بود۔ پس ہر مصیبتے کہ سختی آں از حد درگذرد۔ علاج آں بہتر از اقدامِ قتلِ نفسِ خویش نمیتواند شد۔"

این است خلاصۂ بعضے از دلائلِ آنانکہ خودکشی را جائز بلکہ مستحسن شمردہ اند۔ اما کسانیکہ بخلافِ آں رفتہ اند میگویند "احکم الحاکمین کہ مارا در حصارِ زندگانی محصور ساختہ است تا فرمانِ واجب الاذعانِ او در نرسد۔ نباید پا ازیں حصار بیروں کشیم۔ زیرا کہ مارا نہ ہمیں برائے نفسِ ما آفریدہ اند بلکہ برائے عباداتِ الٰہی و خدمتِ ملک و خدمتِ قوم نیز مخلوق شدہ ایم۔ پس پیش از آنکہ اجلِ مسمّٰی در رسد خود را بدستِ خود کشتن از ادائے فرائضِ خود گریختن و مستحقِ سزائے طاغیان و باغیان گشتن است۔ کسی را اشجعِ شجاعانِ عالم میتواں گفت کہ بہانہ ہا مے انگیزد و تقریبہا میجوید تا بہ انواعِ حوادث و نوازل دوچار شود و از مقابلۂ آنہا رو برنتابد و تا بتواند بر آنہا غالب

آید۔ پس از مکروہاتِ روزگار گریختن و مرگ را بر تحمّلِ آنہا ترجیح دادن از نکوئی بمراحل دور افتادن است و فاضلترین اخلاق را کہ صبر و ثبات و ہمت و استقلال باشد معدوم ساختن ٭

افلاطون در قوانینِ موضوعۂ خود مے نگارد کہ "کمینہ ترینِ مرگہا مرگِ آنکس ست کہ احبِّ احباب و اصدقِ اصدقا را کہ خود نفسِ اوست بدستِ خود ہلاک کردہ باشد و از برکاتِ بقیّۂ زندگانی کہ برائے او مقدّر بود محروم ساختہ۔ و باعث برآں غیر از قصورِ ہمت و جبن و نامردی و ضعفِ عقل چیزے دیگر نباشد۔ آنانکہ زندگی را ہیچ مے پندارند بر عقلِ ایشاں خندہ مے آید۔ آیا نمیدانند کہ بضاعت ایشاں کہ برا غناز میتواں کرد۔ دریں دار فانی ہمیں زندگانی ایشان ہست و بس۔ و بعد از اتلافِ آں ہیچ چیز بدست ایشاں باقی نمیماند۔ اگر کسے بر زندگانی دیگراں بخندد و آں را حقیر و ناچیز شمارد عجب نیست۔ اما زندگانیِ خویش را حقیر شمردن و براتلافِ آں آمادہ شدن غایت ابلہی و نادانی ہست کہ در ہیچ حیوانے از وحش و طیر و بہائم و سباع نظیرِ آں نتواں یافت" ٭

زندگانِ مُردہ

یکے از حکما گفتہ ہست کہ "آدمی را زندہ نمیتواں گفت مگر آنکہ بخدمتِ بنی نوعِ خود اقدام کند و کارہائے نمایاں و سودمند بروئے کار آوردہ نیک نامی جاوید حاصل کردہ باشد۔ از ینجاست کہ ہرکس از شاگردانِ فیثاغورس از تحصیلِ علم اعراض نمودے و از راہِ سستی و بطالت عہدِ صحبت ہمچناں گسستہ مدرسہ را پدرود گفتے۔ سائر مستفیدان و متعلّمانِ فیثاغورس قبرے بنامِ او میساختند و برلوحِ قبرِ او مینوشتند کہ "فلانے بمرد" تا دیگراں عبرت گیرند و چنیں حیات بدتر از ممات اختیار نہ کنند ٭

پس ہمہ آنکساں بحقیقت از مُردگانند کہ روز و شب در بندِ اکل و شرب و صبح و مسا مشغولِ زیب و

زینت میباشند و نمیدانند کہ غایتِ زندگانیِ ایشاں چہ بودہ است؟ چہ معنی زندگی بحقیقت آنست کہ انسان در تہذیب نفسِ خویش و نفعِ دیگران و تزکیۂ نفوسِ بنی نوع ہر قدر بتواند کوشش کند۔ بریں تقدیر پیداست کہ غالب روے زمین بصورت آباد و بمعنی گورستان است و غالب مردم بظاہر احیا و بحقیقت اموات اند۔ اگرچہ اکثرے از ایشاں باہمہ گر بصلح و امنیت بسر مے برند۔ واز اطاعتِ بادشاہ سر نمے پیچند و ابنائے جنس را نمے آزارند۔ واگرچہ عمرہائے ایشاں از ہفتاد و ہشتاد گذشتہ بہ نود یا بصد سال میرسد۔ اما بحقیقت زمانِ حیاتِ ایشاں ہماں چند ساعت یا چند روز است کہ در سود و بہبود خلائق گذرانیدہ اند۔

دوستی

کسیکہ بدوستیِ دوستاں ضرورت ندارد۔ ہمانا انسان نیست بلکہ حیوان است یا فرشتہ چنانکہ سخت ترین آلامِ جسمانی آنست کہ جاندار را دم خفہ کنند۔ ہمچنیں سخت ترین آلامِ روحانی آنست کہ آدمی را کسے دوست نباشد۔ ہر کس پیش دوستاں احوالِ خود از شادی و غم بیان مے کند گویا شادیِ خود را دو چند میسازد۔ واز غمِ خود نیمے زائل میکند۔ آرے آنکہ از دوستیِ دوستاں محروم است۔ بحقیقت یکہ و تنہا ست اگرچہ خلقے بیشمار بگردِ او جمع آمدہ باشد چنانکہ گفتہ اند "اگر تمامی عالم از دست رود و بعوضِ آں یک دوستِ صادق میسر آید ارزان ست ولاکن بر کثرتِ دوستاں مغرور نباید بود کہ عامۂ دوستان بر مثالِ برگِ درختاں اند"۔

خشم بدتر از دیوانگی است

کسانیکہ خشم را بدیوانگی تعبیر میکنند ہمانا از حقیقت ہر دو بے خبر بودہ اند۔ چہ دیوانگی عبارت

از ناخوشی دماغ است کہ عقل را از دماغ زائل کند و کار بدانجا رسد کہ جملہ تکلیفات ازو ساقط گردد و ہیچ جرمے کہ مرتکب آں شود سزاوار تعزیر نباشد و ہر خطائے کہ ازو صدور یابد او معذور شمرند و معاف دارند۔ بخلاف خشم کہ از فرط حماقت و استکبار بر عقل و دانش مردم غالب آید و بکار ہا برانگیزد کہ اگر صادر شود۔ باشد کہ صاحب خشم را مضروب و مقتول گردانند و باشد کہ بہ سزا و تعزیر رسانند۔

محبتِ مادری

محبتِ مادراں با اولادِ خود قوی تر و پائدار تر از سائر محبت ہاست کہ بہیچ حال کم نگردد در زینہار و گرگوں نشود و ہرگز بملالت نہ انجامد۔ پدر میتواند از پسرے بگرداند و برادر با برادر دشمن شود۔ و زن و شوا زیک دگر بگسلند۔ اما مادران با اولاد نیک و بد ہموارہ یکساں سلوک کنند۔ و از مہر و محبتِ ایشاں ہرگز سیر نشوند۔ رفیقے مر اولاد را دیرینہ تر از مادر نیست کہ از روز استقرارِ نطفہ در رحم محافظِ ایشاں میباشد۔ ہیچگاہ نمیخواہد ایشاں را از سینۂ خود جدا کند یا یک لحظہ فراموش سازد یا بر نافرمانی و تقصیراتِ ایشاں از تہِ دل دمائے بد بزبان آرد محبتش با اولاد از شائبۂ غرض بکلّی پاک است۔ لاجرم در وقتے از اوقات و حالتے از حالات تغیرے دراں راہ نمییابد۔ اگر ہمہ خلق اولادِ او را گذارد و از تعلقاتِ ایشاں دست بر نمیدارد بلکہ دنیا و مافیہا را منحصر در اولادے داند۔

استہزاء

بر مردم خندیدن و بہ استہزاء و مسخرگی عادت گرفتن از دنارتِ نفس میخیزد۔ و جواناں را از

ترقی بمعارج کمال بازمے دارد ہیچکس چنانکہ معلوم است از عیب خالی نمیباشد تا بحدیکہ نیکوکاران ستودہ خصال نیز نمیتوانند دامن حال از آلایش عیب بکلی پاک دارند۔ چوں صورت حال بریں منوال است غایت ابلہی ومحض ناانصافی است بہ زلات وخطایائے مردم آویختن واز محاسن ومحامد ایشاں چشم دوختن۔ برنقائص خُردہ گرفتن واز کمالات قطع نظر نمودن وابنائے جنس را اُضحوکۂ اشرار و اوباش ساختن۔

چندانکہ غور کردہ میشود استہزا نوعے از موازنۂ تست میان نفس خویش ونفس آنکس کہ بروے استہزا میکنی تا خویش را ازو بہتر وبرتر وانمائی وخود را از خود بقربہی عجب است از استہزا کنندگان کہ باوجود صد ہنر در ذات دیگراں بریک عیب ایشاں میگیرند وباوصف صد عیب در ذات خویش یک ہنر در خود نشان نمیدہند وعجب تر ازیں آنکہ نہ ہمیں عیب کساں میجویند بلکہ ہنرے نیست کہ رخنہ در خوبی آں نمیکنند ومنقبتے نیست کہ آں را اُضحوکۂ اہل مجلس نسازند۔

عبارت کتابہ برائے مرقد مرحومی سید امیر علی رئیس دہلی غفراللہ لہٗ

نیامد کسے درجہاں کو بماند ۔۔۔ مگر آں کزو نام نیکو بماند

سید امیر علی ابن سید وارث علی (رحمہما اللہ) چہل وہشت سال خوش وناخوش زندگانی دیدہ وتلخی وحلاوت ایں دار الغرور چشیدہ شب جمعہ دویم شہر رمضان سنہ ۱۲۹۳ ہجری بادلے راغب الی اللہ وزاہد فی الدنیا داعی اجل را لبیک اجابت گفت۔ ہمہ عمر بقوت بازو کسب معاش کردہ در چشم خاص وعام موقر ومحترم بود۔ ومردانہ وآزادانہ مے زیست۔ از بدو شعور مدارس دولتی با درس وتدریس کار داشت وتا بود ہم دریں کار بود وہم بریں بگذشت۔ احدے از

حاکم و محکوم و تابع و متبوع را ابداً از و ملالتے نبوده و کسے از آشنا و بیگانه زبان به شکوهٔ او نیالوده۔ الحق از نکوئی و حسن معاملت و تواضع و فروتنی و دیگر مناقب جلیله که در طبعش جبلّی بود۔ اندکے از بسیار نمیتواں شرح داد۔ و حسن خاتمت که غایت جمله نکوئیهاست چنانکه خود او را میسّر آمده از صلحاء و اتقیاء و ابرار و اخیار هر کرا دست دهد غنیمت کبرے میتواں شمرد +

ایماں بلب و دل به ره و دیده به دوست　　با پیک اجل خنده زناں بیروں شد

کتبه لوح مرقد مرزا الٰہی بخش مرحوم که بر حسب اقتراح جناب مرزا سلیماں جاه صاحب نوشته شد

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

واپسین شمع بزم گورگانی و آخرین ثمرهٔ شجرهٔ صاحبقرانی صاحب عالم حضرت میرزا هدایت افزا بهادر المعروف به میرزا الٰہی بخش (طاب ثراه) در سال یکهزار و دویست و بست و یک هجری از نهانخانهٔ غیب بجلوه گاه شهود خرامیده هفتاد و اند سال بنظارهٔ اعجوبگیهاے این عجوز سال خورده چشم وا داشتند و با دهر ناساز گار مردانه برروے کار آمده بس مراحل دشوار گذار را آسان طے نمودند هم در عهد امن و سلامت و هم در طوفان حوادث و فتن لنگر سفینهٔ نجات در دست ایشاں بود و در مدت حیات با هر یکے از طبقات انام آنچناں سلوک ورزیدند که اقارب و احباب را بصدق و مصافات و اجانب و اغیار را برفق و مدارات و ضعفا را به بذل و مسامحت و اقویا را بحسن معاشرت در سلک یکجهتی کشیدند۔ شب پنجشنبه شانزدهم ربیع الاول سال یکهزار و دویست و نود و پنج ناخوشی سُعال که رفیق دیرینهٔ ایشاں بود آنچناں اشتداد گرفت که هیچ چاره و تدبیر مقاومت

آں نتو انست کرد۔ و آثار یاس بر دلہا استیلا شد ہمیں کہ کلمۂ توحید بر زبان راندند و شاہدین را بر اسلام خود گواہ گرفتند۔ زود داعی اجل را لبیک اجابت گفتند۔ و ہر یکے را از دور و نزدیک و قریب و بعید سوگوار و ماتم دار و از ذکرِ جمیل و نام نیک بر خاطرِ ہر یک نقشے استوار گذاشتند۔

نثرِ قدیم

تقریظ دیوان فارسی حضرت حسرتی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ در سال ہزار و ہشتصد و ہفتاد و دو مسیحی در زمانِ حیاتِ مصنف مغفور نوشتہ بود

رباعی

ہر چند ستایشِ سخن دین من است　　میگویم و راست گفتن آئین من است
در مدح سخن ساختگی نیست مرا　　تحسین سخن شناس تحسین من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنسِ بالا دستِ سخن از متاعِ حُسنِ نوخطان نا رواتر ۔ و دم گیرائے اہل سخن چوں نفسِ سردِ واعظاں بے اثر افتادہ است۔ زنہار گمان نبری کہ اندازہ قدرِ گفتار را نقصان فرا گرفتہ است۔ و سرمایۂ لفظ و معنی بزیان رفتہ چشمۂ حیواں اگر و ظلمات پنہاں گردد خاصیتِ جان بخشی اند بیروں نرود۔ و ماہ کنعان اگر و بازارِ مصر بہیچ نیرزد جوے از صفا کاملِ حسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

ف ۱ اگرچہ قدیم طرز کی نثر سے اب طبیعت متنفر ہو گئی ہے۔ لیکن چونکہ اُن میں بعض نثریں گراہی بیراہہ روی کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسلیئے اُنہیں بالکل ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ۱۲ حالی

از قیمتِ یوسف نشود یکسرِ مو کم　　　هرچند خریدار به بازار نباشد

اگر گوئی که سخن را که مکانتے بلند و قدرے ارجمند است۔ خود بوجودِ نکته وران سخن پیوند است ورنه لفظے است بے معنی۔ و اسمیست بے مسمّیٰ۔ و سخنور چنانکه معلوم است امروز از جهان معدوم است۔ پس اگر کبریتِ احمر را خاصیتِ اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایهٔ هما فرِّ اقبال با خود دارد گو بدار۔ از آں که نه موجود است چه خیزد۔ و از ینکه مفقود است چه زاید۔ گویم آرے چنانکه فرمودی هنر از توابعِ وجودِ اہلِ هنر است۔ و عرض از لواحقِ ذاتِ جوهر۔ و چندانکه هنرمند کمیاب هنر کمیاب تر۔ اما با ایں قصورِ نظر و نقصِ ادراک۔ و ناتمامیِ دانش و نارسائیِ دریافت که مرآدمی راست چگونه میتواں گفت که اہلِ کمال را جز در نشیمنِ عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جهان نیست ؎

خاکسارانِ جهاں را بحقارت منگر　　　تو چه دانی که دریں گرد سوارے باشد

سرت گردم اگر برقِ حوادثِ روزگار مرغانِ نواسنج را آشیانها پاک بسوزد تا عندلیبے در چمن نغمه سرا است باغ را دشت نتواں خواند۔ و اگر طلوعِ سپیدهٔ سحری رونقِ بازارِ ستارگان بر هم شکند تا مهرِ درخشاں عالم افروز است جهاں را تاریک نتواں گفت۔ گرفتم هنر را گرمیِ بازار نه چندان است که کالائے گرانبهائے معنی از هر دکاں میتواں خرید و گنجِ شایگانِ سخن در هر خرابه میتواں یافت اما صاحب نظراں دانند که با اینهمه نارسائیها در کیسهٔ روزگار رخشندہ گوهرهاست۔ از چشمِ کور سوادان مانندِ گنج در ویرانه پنهاں و بر سپهرِ کمال فروزنده اخترهاست از دیدهٔ شپّر چشمان چوں مهر جهانتاب سر در نقابِ کتمان۔ علی الخصوص دُرِّ یتیمِ معانی۔ مهرِ منیرِ فلکِ نکته دانی۔ قائمه عرشِ تحقیق۔ باب مدینهٔ تدقیق۔ بحرِ لُجّیِ علم و ایقان۔ کوکبِ دُرّیِ اُفقِ عرفان۔ بهین ثمرهٔ نخلِ باغِ ارادت۔ گزیں نتیجهٔ پیوندِ مادّه و صورت۔ شناورِ دریائے حقیقت۔ رهروِ صحرائے طریقت۔ چارسوے مملکتِ معنی را نگهبان

خدیو۔ بخشش جہت عالم حقیقت را فرمانروا۔ نگارستان رنگیں بیانی را چہرہ پرداز۔ و بہارستان شگفتہ طبعی را چمن پیرا۔ رمز شناس سرائر عقل و نقل۔ نکتہ سنج غوامض درایۂ و روایۂ۔ مرحلہ پیمائے طریق نظر و استدلال۔ قصب السبق ربائے عرصہ فکر و قیاس۔ شیمۂ بیشتاق بلند نظری و الافطرتی۔ نواب خجستہ القاب محمد مصطفےٰ خاں بہادر متخلص بہ حسرتی ؎

بِلَفظٍ لَا یُعَبِّرُ عَن مَعَانٍ اَحَاطَتہَا مَکَارِمُ ذِی الھُمَامِ

اَللّٰھُمَّ مَتِّعنَا وَمَتِّعِ الکُلَّ بِدَوَامِ بَقَآئِہٖ وَمُدَامِ لِقَآئِہٖ ۔ و صلۂ بسیطش جہانیست کہ بلندی ہمت آسمان اوست۔ و مقدر نفیسش آسمانیست کہ فروغ خرد مہر درخشان اوست ضمیر منیرش نقد حقائق را گنج شایگان۔ و چراغ فکرش انجمن قدس را شمع شبستان۔ حلۂ الفاظش سراپای معنی را پیرایۂ ناز۔ و حلیۂ عبارتش گوش و گردن مضمون را زیور امتیاز۔ افسون لطف گفتارش در تسخیر آزادہ دلاں چوں قید و بند۔ و معجون نطق شکربارش در مذاق حنظل طبعاں چوں شہد و قند۔ استعاراتش چوں اشارۂ چشم خوبان دلربا۔ و عباراتش چوں چشمۂ آب حیوان جاں فزا۔ اطنابش چوں طول شکوۂ دوستداراں سامعہ نواز۔ و ایجازش دلاویز تر از نگاہ چشم نیمباز۔ فکرش از دعائے سحری شب زندہ داراں رساتر۔ و سخنش از نالۂ نیم شبی جگر خواران گیراتر۔ فقرۂ شیرینش نگویم شیرۂ جان اما پارۂ شیریں تر ازآں۔ و مصرعۂ رنگینش نگویم برگ گل اما دل ازکف ربایندہ بلبل۔ رائحہ انفاسش از نکہت گل در دماغ بلبل بل از عطر پیرہن در مشام یعقوب سازگارتر۔ و شہد مقالش از شحۂ زلال در کام مستسقی بل از جرعہ مے در مذاق مخمور خوشگوارتر۔ الحق گرمی طبع پرزور شرابیست کہ تمکین پسنداں اگر ہمہ کوہ وقار باشند بیک جرعہ از ان خود را نگاہ نتوانند داشت۔ ورنہ خواجہ را کہ عندلیب شاخسار ملکوت۔ و طوطی شکرستان لاہوت است با غزل سرائی و بذلہ سنجی چہ کار و چگونہ روا باشد کسے را کہ در طریق علم و حکمت برانثر سقراط و فلاطون

قدمے راہ رفتن موجب ننگ و عار باشد۔ در کمینہ صناعتی امثال عرفی و نظیری را مقلد عمل بودن و زلالی و انوری را مقتدائے فن ساختن۔ گر فتم در زمان سلف نقد معنی را گنجینہ داراں و عرصۂ فکر را شہسواراں بودہ اند۔ و ہنگامۂ گفتار را گرمی بازار۔ و ریاض سخن را رنگ اعتبار بیش از زمان صاحب دیواں بودہ است۔ اما کسانیکہ در مصطبۂ ذوق رطل گراں پیمودہ اند و از مائدہ تمیز حظ وافر بودہ نیک میدانند کہ با آنکہ قطرہ ہا در بحر۔ و سبزہ ہا در دشت و دستہ ہا در سبد و نغمہ ہا در ساز۔ و جرعہ ہا در ساغر و بادہ ہا در سبو۔ و بذلہ ہا در گفتار۔ و افسونہا در عمل۔ و شعرہا در دیوان و مصرعہ ہا در غزل فراواں بود۔ ہر قطرہ دُر ثمین۔ و ہر سبزہ گل و یاسمین۔ و ہر دستہ دستۂ گل و ہر نغمہ نغمۂ بلبل۔ و ہر بذلہ نُقل محفل۔ و ہر افسون جادوئے بابل۔ و ہر شعر تر۔ و ہر مصرعہ نشتر نباشد۔ رباعی

زمزم نتواں دید بہر چشمہ رواں ۔ یوسف نتواں خرید از ہر دکاں
ہر لب دم اعجاز ندارد چو مسیح ۔ ہر کس نبود چو خسرو سحر بیاں

جادۂ کہ وے در سخن سنجی مے پیماید پیشینیاں نیز پیمودہ اند۔ اما پاشنہ ہا ریش و پایہا آبلہ ازیں رہ دور است۔ اگر قدمے رفتہ اند۔ و خواجہ ہمہ گلگشت کناں سیر دود۔ و آہنگے کہ او دریں پردہ مے سراید دیگراں ہم سرودہ اند۔ اما نظر ہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرو ماندہ است۔ اگر مصرعے سنجیدہ اند و خواجہ ہمہ بدیہہ مے سنجد۔ آرے نغمۂ حقیقت در پردۂ اشعار سرودن و اسرار معنوی در کسوت تعبیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر حریف گفتار شوخ بیان ہست۔ و آنگاہ حال تا قال و اثر تا عین تفاوت بسیار دارد۔ اینک دیوانے ترتیب دادہ و مجموعۂ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے برتر ازاں دست دادن و سخنور را سرمایۂ قبولے خوشتر ازاں بہم رسیدن دشوار تر از آنست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق و نہاد ندتواند رسید۔ و مرغولۂ مطربان جادو نوا

چوں لحنِ داؤدی آہن را موم تواند کرد۔ بنا میزد خمکدۂ صہبائے ذوق ہست و پردہ آہنگِ شوق نظرگاہِ پاکاں شاہد باز است و نیرنگ حقیقت و مجاز۔ انیسِ خلوتِ گوشہ نشینان است و جلیسِ صحبت عشرت گزیناں۔ تہیدستانِ خرد را سرمایۂ ہوش ہست و دُردی کشان جنون را بادۂ سرجوش نسخۂ مفرح روحانی ہست و مجموعہ لطائف وجدانی۔ طالع سخن را رقم سرنوشت ہست و شاہد معنی را حُسن خداداد۔ روزگارِ فراق رنجیدہ سرگذشت ہست و ایام وصال را فرخندہ روئداد گلشن نظم را موسم بہار ہست۔ و زمین شعر را آبِ جویبار۔ تفسیدہ دروناں را مایۂ فرات ہست و شاد آمِ طبعاں را شیرۂ نبات۔ بالاے گفتار را خلعتِ دیبا ہست و تشریفِ قبول را قامتِ زیبا۔ آنانکہ خاطر نکتہ فہم و طبع اداشناس دارند بیایند۔ و سرتاسر ایں قدسی صحیفہ بدیدۂ ہوش بنگرند تا وارسند۔ کہ درین نکتہ سنج معجز بیاں را در گذارش سخن خاصیتے ہست کہ دیگراں بر آن دست نیافتہ اند۔ و اگر ہست پُرسی کرلستے ہست کہ از خامۂ الہام طرازش بر روے کار آمدہ یعنی جمہور اہلِ فن چنانکہ دانی اتفاق دارند بریں معنی کہ شعر را چندانکہ از صدراستی دور تر برند بقبولِ دلہا نزدیکتر باشد۔ و ہر قدر از اوجِ صدق زیر تر اندازند پایۂ حسنش بالاتر رود۔ و حق انیست کہ سخن بے مبالغہ و اغراق دلفریب نبود۔ چنانکہ نظامی میفرماید ؎

در شعر مپیچ و در فنِ او چوں اکذب اوست احسن او

باانیہمہ گفتار آبدارش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویز تر از عشوۂ شاہدانِ مہوش و ذوق انگیز تر از بادۂ بغش افتادہ است۔ انصاف بالاے طاعت است ایں مایہ گفتار کہ آسمان برفراز است و زمین در نشیب۔ و چشمان در زیر ابروانند و دندان جملہ در دہان از شنوندہ چہ دل رباید۔ و مستمع را چہ ذوق بخشد۔ پس بے آنکہ نوعے از صنعت اندیشہ و ایجاد طبیعت را در آں راہ دہی۔ چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاراں بنوازی۔ و شورِ احسنت در انجمن

اندازی۔ ہمانا کار کار بشر نیست ۔خواجہ سخن سرائی نمیکند بعجز نمائی میکند۔
ہیہات در سپارش راہ ورج جادۂ تنزل پیمودم و ممدوح را نہ باندازۂ قدر والایش ستودم۔ بحث از فضائل ذات و جلائل صفات بود۔ وسخن در توابع و عوارض گفتہ آمد۔ و نختے بدرازی کشید۔ ہرگاہ مشک زعفران را روائح روح پرور در نہاد است و مہر و ماہ را بوارق نور گستر خداداد۔ آں دو را زندہ چہرہ را بسیاہی و زردی ستودن۔ و ایں دو رخشندہ گوہر را بہ گرمی و سردی آفرین نمودن چرا۔ ہمانا قدم رخش کہ بہنگام تاخت بیراہہ رود عیب عناں گیر است۔ و پردۂ ساز کہ در مقام بلندی بہ پستی گراید از قصور مغنی است۔ اکنوں کہ رہرو نظر را پائے رہ پیما بسنگ آمد۔ و عجز بیان حیلہ جستن و بہانہ انگیختن آغاز نہاد۔ زنہار گمان نبرند کہ مدائح سخن و محامد سخنور بپایاں رسیدہ باشد تا خامۂ ستایشگر از خرامش و اندیشۂ ثنا گستر از سگالش آرمیدہ باشد۔ حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ را وحی و رباعی را الہام و غزل را اعجاز و غزل سرا را معجز نما گفتہ باشم۔ حرفے از آں طومار و اندکے از آں بسیار بسزا گفتہ باشم
آہ چہ تواں کرد ہم تیر نارسا۔ و ہم صید بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ و ہم افسانہ دراز ؎

زبان تو نکتہ فرو ماند و رازِ من باقیست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

اللہ بس ماسوے ہوس

تقریظِ دیوان سالک

صد قول بیک نعرۂ مطرب شکنم امشب
مستی نہ باندازۂ مے میکنم امشب

حیرت زدۂ نیرنگی این کہن آشوبگاہ حالیؔ نامہ سیاہ کہ دوش در شکنجۂ غم و اندوہ چوں مرغ تازہ بدام افتادہ سراسیمہ و دلتنگ و با سخت جانیٔ خویش در جنگ بود۔ اگر حرفے از رو داد خود

سرودہ باشد۔ ہمانا خویشتن را زحمت و انجمن را کلفت افزودہ باشد۔ تکلف برطرف۔ دلے داشت ہمہ موجِ خوں۔ و سرے داشت سرمایۂ جنوں۔ شبے بہ درازی شب ہائے فراق و وقتے بہ پراگندگی خاطرِ عشاق۔ بے خودی ہمہ نقدِ گنجینۂ ہوش۔ و ہستی ہمہ تعبیرِ خوابِ فراموش۔ ولولہ ہا میکرد و از جانمے رفت۔ نالہ ہا میکشید و دم نمیزد۔ گاہے اشکِ جگرگوں از دیدہ میبارید۔ و گاہے بر گریۂ خود میخندید۔ گاہے از روزگار نالیدے و گاہے از بختِ نگونسار۔ گاہے بر اہرمن نفریں کردے۔ و گاہے بر نفسِ خویشتن گاہے در جستجوئے وقتِ رفتہ چپ و راست مے نگریست و گاہے از عمرِ رفتہ یاد میکرد و میگریست۔ گاہے رشتۂ امل چنداں دراز کردے کہ عنقا را اسیرِ دامِ خود پنداشتے و گاہے از دورباشِ حرماں آنچناں گسستہ امید گشتے کہ سہل را دشوار و اندک را بسیار انگاشتے۔ بالجملہ حالتے در پیش داشت کہ قیامتے با خویش داشت۔ درچنیں ہنگام کہ صحبتِ احباب چوں فرقتِ محبوب ناگوار۔ و بذلۂ اصحاب تلخ تر از طعنۂ اغیار بود۔ اگر سودائے گفتنے در سر و خلشِ ایں خار در جگر نمیداشتم۔ غنچۂ خاطرم بہیچ نشگفتے۔ و در دِ دلم زنہار چارہ نپذیرفتے۔ رفتم کہ بمطالعۂ دیوان حضرت خواجہ شیراز دے خالی کنم و بیک دو جرعہ ازاں بادۂ کہن غمِ دین و دنیا فراموش سازم۔ ناگرفت از دریچۂ ہوش ایں صدا بگوش خورد کہ ہان ہاں حالیِ روشن نفس۔ اے بفہمِ ادا شناس و بفکرِ بالغ رس ہم شکر ریزیِ طوطیانِ ہند دیدہ۔ و ہم نغمۂ بلبلانِ عجم شنیدہ۔ یکے در چمنستانِ سالک بیا۔ و دیدہ و دل را ز حسبتِ تماشا دہ۔ تا دارسی کہ گلشنِ معنی در عینِ خزاں شگفتہ و شاداب است و نہالِ سخن در پایانِ موسم تازہ تر از عہدِ شباب۔ ندانم ایں صدائے دلکش از کجا بود و چہ بلا گرمی اثر با خود داشت کہ تا از پردۂ گوش بدل فرود آمد۔ مرا در من نگذاشت۔ چوں بخود باز آمدم گرم ازجا

برخاستم و دیوانِ سالک خواستم۔ سبحان اللہ کتابے دیدم چوں نسخہ جمالِ یوسفی سراپا انتخاب
و زلیخائے سخن را بازگشت عہدِ شباب۔ ابیاتش ریختہ اما رشک پہلوی و دری۔ بیانش
سادہ اما نمونہ گفتار سعدی و انوری۔ مضامین ہمہ تازہ و نو۔ معانی ہمہ الفاظ را در گرو۔ قصیدہ
و غزل ہمہ طلسم رنگ و بو۔ قطعہ و رباعی ہمہ کرشمہ و جادو۔ ذکرِ فراق دل آویز تر از وعدۂ وصال
شکوۂ جفا طرب انگیز تر از مژدۂ وفا۔ آنجا کہ طولِ مقال است لفظ را اندازۂ وسعتِ خیال است
و آنجا کہ اختصارِ بیان است ہفت دریا در کوزہ نہاں است۔ منکہ جز بگفتار پیشینیاں سرے و
در کوچۂ خموشاں گذرے نداشتم۔ از حلاوت ایں ثمر نورس آنچناں کارِ کام و زبان ساختم کہ
دل از ذوقِ قند نظیری۔ و چاشنی نمک عرفی بکلی پرداختم۔ گویند ہر سخن سنج را در غزل
سرائی طریقے خاص است کہ مر او را بداں طریق اختصاص است۔ یکے از آتشِ عشقِ مجاز
چراغے در راہ فکر نہادہ۔ و دیگرے از عالمِ حقیقت درے بروے دل کشادہ۔ یکے در جُستنِ
معنیِ بلند با عنقا ہم پرواز۔ و دیگرے در بستنِ معاملاتِ وقوعی کرشمہ سنج و سحر پرداز۔ یکے را
وصفِ دلدار پیرایۂ بیان۔ و دیگرے را رشک اغیار تازیانۂ زبان۔ کمتر کسے بودہ باشد کہ
ایں ہمہ مراحل را بیک رفتار پیمودہ باشد۔ آرے در ہر شیوۂ سخن نغز گفتن و در ہر رشتہ
گوہرِ معنی سفتن۔ نہ حدِ ہر چرب گفتار شوخ بیان است۔ اما در خمکدۂ کہ غالب بادہ فروش است
و سالک بادہ پیما۔ بادہ ہا ہمہ سرجوش است و نشہ ہا ہمہ رسا۔ اینجا مستی حریفاں در شمار نہ
بینی۔ اینجا حریفے در خمارنہ بینی۔ اینجا لائے خوارانند بر چرخ موج زن۔ اینجا صدی کشانند
با عطارد ہم سخن۔ اینجا نوا ہائے گوناگوں از یک قانون برمیخیزد۔ اینجا ادا ہائے رنگا رنگ
از یک طبع موزوں سر برمیزند۔ اینجا ہر کس جانِ سخن است و سخن جانِ او است و حُسنِ
معنی از آنِ او است بلکہ آیۂ در شانِ او است۔ خاصہ آں آئینۂ صورت نمائے غالب۔ و

مراد ہیچو من ہزار را بجاے غالب۔ آں درِ سخنوری یکتا۔ و درِ پاک گوہری بے ہمتا۔ آں درِ شعلہ زبانی علم و در شیوہ بیانی مسلّم۔ آں سہروردیِ قدسی سالک جناب مرزا قربان علی بیگ متخلص بہ سالک لازال ظلہٗ ظلیلاً و ذکرہٗ جمیلاً کہ امروز در نکتہ وری و نکتہ سنجی اُستادِ استاداں است۔ و جہان آباد از شرفِ وجودِ مسعودش جہان آباد است۔ الحق اگر سخن را صہبا میتواں گفت سخنش سرجوش بادۂ سخن است۔ و اگر شاعری را فن میتواں خواند خواجہ یگانۂ ایں فن است۔ یارب چنانکہ ہند از غالب خلد آرامگاہ رشک ایران و توران بودہ است۔ دہلی از سالکِ معنی پناہ غیرتِ شیراز و صفاہاں باد۔

تقریظ دیوانِ قلق

ایں دیوانِ غرابت عنوان از افاداتِ مرحومی حکیم غلام مولی متخلص بہ قلق است کہ شاگردِ رشید خانِ رفیع المکان جناب غفران مآب حکیم مومن خانِ مومن بودہ اند۔ اصل ایشاں از میرٹھ و در دوازدہ سالگی از آنجا بہ خیر البلاد جہان آباد آمدہ و بہ کسبِ کمال و تحصیلِ علم پرداختند۔ و تا زمانیکہ واقعۂ طغیانِ سپاہ باغی آں شہر لطافت بحر را موردِ آفاتِ مرکز فتنہ و بلیات کردہ۔ ہمدرینجا اقامت داشتند۔ مدتے طویل زبانِ پارسی از انفاسِ متبرکہ مولانا امام بخش صہبائی فرا گرفتند۔ گویند از جملہ شاگردانِ آنجناب بہ جودتِ طبع و حدتِ ذہن اختصاص داشتند۔ و صرف و نحو و منطق و دیگر فنونِ عربیہ را از ملّا انتظام علی سہارنپوری اخذ کردند۔ و طب از حکیم غلام نقشبند خاں دہلوی کسب نمودند۔ در آں ایام کہ گلشنِ دہلی را آخر فصلِ بہار بود۔ جمعے از گرانمایگانِ عالمِ معنی و چابک خرامانِ عرصۂ سخن چوں غالب و ذوق و مومن و سائرین کہ در سخنوری و نکتہ پروری فخرِ دہلی بل نازشِ ہندوستان بودند۔ دریں

معمورہ جا داشتند۔ و از فیضِ وجودِ ایشاں عالمے را ہولائے شعر و سخن در سر افتادہ بود۔ حکیم مغفور کہ با موزونیِ طبع و جودتِ ذہن فکرے بلند پرواز داشتند۔ باوجود شاغلِ علمیہ نتوانستند خود را ازیں بادۂ مرد افگن برکراں دارند۔ لاجرم داعیۂ غزل سرائی در خاطرِ ایشاں پدید آمد۔ مومن مرحوم را چنانکہ از مطالعۂ دیوانِ ایشاں مفہوم میشود بہ استادی برگزیدند ورفتہ رفتہ در خاطرِ استاد موقعِ قبول یافتند۔

مخفی مباد کہ مومن مرحوم در غزل و اصنافِ دیگر از سخن دو طریق مسلوک داشتہ اند یکے عام و دیگر خاص۔ طریقے کہ عام ست و آں کثیر ست۔ ہمیں طریقۂ میر و میرزا و سائر ریختہ گویانِ نامی و استادانِ گرامی ست۔ و طریقے کہ نتیجۂ طبعِ وقّادِ ایشاں مخصوص با ایشاں ست۔ اگرچہ از شاہراہِ عامۂ شعرا بیگانگی دارد اما سببِ شہرت و بلند آوازگیِ حکیم سابق الوصف شدہ ایشاں را در چار سوے ہندوستان بہ استادی و نازک خیالی و دقت آفرینی علم ساختہ۔ ازانجا کہ حکیم مولیٰ بخش قلق را اہلِ طبع و مناسبتِ خاطر بطریقۂ خاصۂ خویش دیدہ بودند نظرے خاص بحالِ ایشاں مے گماشتند و بعلاوۂ اصلاحِ سخن و القائے غوامضِ و دقائقِ ایں فن انواعِ لطف و کرم و اصنافِ شفقت و عنایت مبذول میداشتند تا آنکہ سخنِ ایشاں نوعے پختگی پیدا کردہ۔ ہر جا کہ بزمِ مشاعرہ انعقاد مے یافت با استادانِ دیگر ہمطرح شدہ دادِ غزل سرائی میدادند و حاضرین را تعجب بر تعجب و حیرت بر حیرت مے افزودند۔ چوں آتشِ بغی و فساد در چار سوے دہلی بالا گرفت۔ مانعے بہتر ازانکہ بوطنگاہ خود معاودت کنند۔ درمیان ندیدند۔ ناگزیر از دہلی بہ میرٹھ رفتہ ہمدرانجا رختِ اقامت انداختند۔ و تا سال ہزار و دو بیست و نود و شش کہ سالِ رحلتِ ایشاں ازیں خاکدان بہ عالمِ جاودان ست درانجا بودند۔ در بعضے مدارسِ دولتی خدمتِ درسِ فارسی با ایشاں

تعلق داشت کہ وجہِ معاش و سامان قوتِ لایموتِ ایشاں بود۔ بسیار قانع و غیور بفضل و ہنر از مال و دولت مستغنی بودند شعر و سخن عندَ طائفۃٍ بہ استادی علم بودند و نیز در طبابت دستے داشتند و لختے از اوقاتِ عزیز در معالجہ و مداواے مرضیٰ بذل مینمودند۔ از وصایاے ایشاں کہ پیش از وفات با کہین برادرِ خود درمیان نہادند یکے آں بود کہ دیوانِ اشعار ایشاں را بقالبِ طبع ریختہ اشاعت آں کردہ باشند۔ یگانہ دادگر مہر گستر و فرزانہ ہنرور ہنر پرور ابو محمد عبد اللہ کہ برادر اصغر حکیم مغفور میباشد۔ باآنکہ در مدارس انگلیسی تعلیم یافتہ عمرے دریں وادی بسر بردہ اند و چنانکہ داب اکثر از انگلش دانان است۔ ذوقِ شعر و سخن کمتر دارند و نیز از خدماتِ متعلقہ خود فارغ نیستند۔ باز وصیتِ برادر مرحوم را از جملۂ فرائض مکتوبہ دانستہ کوششے بلیغ و توجہے فوق العادۃ در طبع و اشاعتِ کلامِ ایشاں بکار بردند۔ و مانندِ اخلافِ رشید و اعقابِ سعید وصیتِ آں مغفور بجا آوردہ نامِ برادر را بگیتی سَمَر و خود را از برادر نکونام تر ساختند۔

لراقمہ

گر برادراں زِ کیساں مہر و دوستی ورزند۔ چوں رسد بفرزنداں نوبتِ نکوئیہا۔

عرضداشت بحضور نواب کلب علی خاں بہادر رئیس رامپور

در شکر عطیۂ دیوان فارسی مع سوم بہ دستنبوئی خاقانی و مجموعۂ نثر فارسی موسوم بہ درۃ التاج



عالم پناہا! سہ روز است کہ بعد یک ماہ سفر ٹونک کہ در اوائل رمضان فجاءۃً بحسبِ ضرورت اتفاق افتادہ بود بدہلی رسیدم و بہ نسخۂ اکسیر اعظم یکے

ورثۃ التاج و دیگر دستنبوے خاقانی بتوسط مکرمی میرزا داغ برخوردم امّا بسبب تاخیرے کہ در گذاردن فریضۂ سپاس گذاری بالاضطرار لا بالاختیار بر روے کار آمد بغایت منفعل شدم۔ اما الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کار با حضرتِ کریمے ست کہ ہم خطاپوش ست و ہم عذر نیوش۔ بالجملہ در شانِ ایں ہر دو شاہد رعنا زبان بمدح کشودن روشنان سپہر را بہ ظن و تخمین برشمردن و عشر عشیر بحر محیط را بہ گز پیمودن ست۔ سبحان اللہ باوصف مفاخر دینی و دنیوی و کمالاتِ صوری و معنوی و فضائل علمی و عملی و محامد خَلقی و خُلقی و محاسن وہبی و اکتسابی در نظم و نثر اردو و فارسی نیز کہ دو درن مرتبۂ جلیلۂ خدام والا مقام ست مکانتے ارجمند کہ امروز باذاتِ قدسی صفات ست۔ در عامۂ ابناے زمان عموماً و در اہلِ صناعت خصوصاً کمتر دیدہ میشود۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ کسانیکہ شعر را قمیص خود ساختہ اند و عمرے دراز دریں وادی خاک بیزی کردہ ہر آئینہ از منزلگاہِ خسروی بمراحل دور افتادہ اند۔ آرے ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید ۔۔۔ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یارب شجرۂ طیبۂ ذات ملکی صفات کہ اصل او در زمین و فرع او فوق السمٰوٰت است ابد الآبدین و دہر الداہرین از ثمرات کونی و الٰہی باردہ و بر فرق ابناے امانی و آمال سایہ گستر باد۔

ایضاً

بعد از تقدیم وظائفِ خیراندیشی و دعاے صحت و سویّت مزاج اقدس اعلیٰ کہ عین معینِ فیضِ عام و رکن رکین بناے اسلام است بعرضِ مطلب مے پردازد۔ امیدگاہا دریں نزدیکی بسمعِ فدوی ہواخواہ رسیدہ کہ از ناخوشی ہاے دیرینہ دریں روزہا تغیر عرضیے

بطبعِ اشرف بندگان حضور راہ یافتہ است۔ ہمیں کہ ایں خبر مشوش بگوش خیر سگال خورد، سوابق حقوق خسروی کہ مرّۃً بعد اخریٰ بریں بندہ متحقق بودہ است براں آورد کہ خود را مہلتِ یک ساعت نہ دادہ زود از جائے برخیزد۔ وہر قدر عجلت کہ میتواں بکار بُرد بجا آوردہ بدرِ دولت رسد۔ و چشم تمنا را بنورِ جمال باکمال منور گرداند۔ اما یک ماہ بیش گذشتہ باشد کہ بعوارضِ نزلہ از سعالِ مفرط و ذات الجنب وغیرہ مبتلا است واز یں جہت در اداے فرائضِ خدمت متعلقہ نیز قصورے راہ یافتہ است۔ و نیز نمیتواند خود را بوطن برساند پس بکمالِ شرمساری و خجالت خوے از جبین سر دادہ و سر در پیش افگندہ بتمہید عذر و پوزش جسارت مینماید۔ بو کہ بموقفِ اجابت رسد۔ و مع ذٰلک عزم جزم کردہ است کہ ہرگاہ از امراضِ لاحقہ افاقتے بہم رسید علی الفور باندازِ تقبیلِ عتبۂ عالیہ خواہد شتافت۔ و مہما امکن از عہدۂ بعضے از حقوقِ بندگی بیروں خواہد آمد۔ امید از درگاہ قاضی الحاجات و مجیب الدعوات آں دارد کہ لشکرِ دعاے عالمے از مساکین و ضعفاء و اراملِ و ایتام و صلحا و زہاد و فقراء و عباد و دیگر بندگانِ الٰہی کہ از مائدۂ نعمتِ خسروی بہرہ مے ربایند و در سایۂ عاطفتِ حضور تربیت مییابند۔ زود مدافعتِ جملہ بلیات و مقاومت تمامی مکروہات تواند کرد کہ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا را رادّ القضا فرمودہ است۔ اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔

عریضہ بنامِ نامی جناب مرزا اسد اللہ خان غالب در بیان معنی شعر نظیری کہ جناب ممدوح آنرا ناقص العیار و نظری قرار دادہ بود حسب الایمائے آنجناب

قبلہ و کعبہ۔ سخنے را کہ اندازہ دانانِ گفتار و ادا شناسانِ معنی از نظرِ اعتبار انداختہ باشند۔ گو ہمہ از نظیری و عرفی باشد بہیچ تاویل و توجیہ طرازِ قبول نتواں داد خاصہ بسعی ہمچو منے

که بلدِ راهِ سخن و مردِ این فن خود نیم چگونه این نقش درست تواند نشست. الحق شکسته
را بستن و گسسته را پیوستن و پاره را دوختن کارے است بس دشوار و دشوارتر ازان است
طرف شدن با استادانِ فن و مردانِ کار. و آنگاه با کسیکه در سخنوری و سخندانی و نکته سنجی و
نکته رانی یگانهٔ روزگار بوده باشد. حقا که پاس امتثالِ امرِ واجب الاذعان در نظر دارم و نه
در نگارشِ معنیِ شعرِ نظیری که مخدوم آن را نظری داشته اند هرگز جرأتے بکارِ نمے رفت چه
مرا که از آن چشمه آب خورده ام و ازان مائده زله ربوده ام. اگر بفرضِ محال راے در فہمِ معنیِ
شعر بر صواب بوده باشد. در برابر گفتگوئے که بآں حضرت در میان آید. چاره جز تسلیم و
جواب جز خموشی نیست. لله الحمد که سر از فرمان نه پیچیده ام. اگرچه سر رشتهٔ ادب
از دست رفته است. خطا نموده ام و چشم آفرین دارم. والتسلیم مع التحیة والتکریم+

قال نظیری

جذبِ عشقم فی المثل در حُسن پیدا ساختن — خضرِ چاهِ یوسفم از آبِ حیوان نیستم

بدانست خاکسار قائل از عشق و حُسن درین شعر عشق و حُسنِ مطلق نخواسته است. چنانکه این
هر دو مفهوم از حدیثِ قدسی كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ
مستفاد مے شود. کنزِ مخفی ہماں حُسنِ مطلق است. و اقتضاے ذاتی که از لفظِ احببت متبادر
میشود تعبیر از آں بعشق میتواں کرد. اگرچه منشاے ظهورِ کنزِ مخفی ہماں اقتضاے ذاتی است
وبس. اما اطلاق منشائیة بر اعیانِ موجودات ہم که بمنزلهٔ علتِ مادیّه اند. مر آن ظهور را
در امثالِ مقدماتِ خطابیه و شعریه میتواں کرد. قائل دعوے میکند و در دعوے خود
صادق است که منکه از جملهٔ اعیانِ موجوداتم در پیدا ساختنِ حُسنِ مطلق حکمِ جذبِ عشق پیدا
کرده ام. گویا خضرم که از چاهِ یوسف نشان میدهم نه آن خضر که از آبِ حیوان نشان میدهد. پس

خود را بجذبِ عشق۔ و کنزِ مخفی را کہ عبارت از حسنِ مطلق است بیوسف در چاہ افتادہ تشبیہ دادہ است و وجوہ تشبیہ ظاہر است فقط۔

بنام جناب حافظ قاضی عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی متخلص بہ تحسین

یارب این قدر سرگرمیِ آرزو۔ و فزونِ سریِ خواہش اگر از جنون جولانی ہوس نیر گاری طمع خام است۔ چیزانم کہ دمبدم زخم درون در بالیدگی۔ و پیکرِ جان در کاہیدگی و بیتابیِ دل در فزونی و توسنِ صبر در حرونی چرا است۔ و اگر اینہمہ تو قلمہ نیہا از خونگرمی مہر و وفا و بالادستی شوق کار فرما است۔ از چیست کہ صاعقۂ محبت ہنوز بخرمن آسائش و ست ہیتے نگماشتہ و صرصرِ تاثیرِ دوستی بردۂ بے نیازی از خاطرِ نازکش برنداشتہ۔ چہ اگر آنست دیر تر صورت نہ بندد۔ و اگر اینست از دل بدل زود پیوند۔ کما بیش شش سال ست کہ دل جویای وصال و جان آرزومندِ ملاقات و چشم طالبِ دیدار و گوش مشتاقِ پیام است۔ ہر کہ یکچند از غصۂ انتظار۔ دندان برجگر افشردہ و روزگارے بیادِ دوستدارے بسر آوردہ باشد۔ مے داند کہ جاودان بہ عذابِ دوزخ مبتلا بودن بہ کہ ساعتے در امیدواری گذرانیدن۔ آہ از من کہ عمرے بدین غم و غصہ و تپش اضطراب گذرانیدہ و شبہا از قلقِ جدائی نخفتہ و روزہا از آویزش و روئی نیارمیدہ ام ؎

بے تو گزیستہ ام تلخیِ این درد و رنج بگذر از مرگ کہ وابستہ ہنگامے ہست

ہرچند در نگارشِ احوال خود یا و پرسشِ اخبار ہمدگر قصورے و درنگے کہ رفتہ نہ از آنسو بلکہ ازین سو ہم برروے کار آمدہ۔ و ازینجاست کہ در شکوہ گذاری خامہ را دلیر نمیتوانم کرد۔ اما اگر راست پرسی و از حق نہ رنجی میتوانم گفت کہ در پرسش و جوے اخبار و تفتیشِ احوال کوششے کہ بجا آوردہ

و جہدے کہ بکار بردہ ام مرا از عہدۂ پیام گذاری و نامہ نگاری بدر آورد۔ اگر باور نکنند اینک عالمے بر صدق دعوے من گواہ است۔ ہر کجا کہ رفتہ۔ باکسے از روشناسان شما برخوردہ ام اول از شما پرسیدہ ام۔ باز سخن دیگر بر زبان راندہ ام۔ اما از شما آنمایہ التفات بلکہ صد یک آں ہم چشم ندارم۔ و چگونہ چشم تواں داشت کہ باآنکہ زمانے دراز در پانی پت اقامت ورزیدند و با بسیارے از آشنا و بیگانہ صحبتہا اتفاق افتاد۔ اما یاد ندارم کہ در پانی پت کسے گاہے یاد آوردن شما ازیں ناکس گمنام بمیان آوردہ باشد۔ حقا کہ استواری اساس مودت و اتحاد و صفائے مشربِ عذبِ اخلاص نہ بحدیست کہ آں ہیچ صدمۂ از جا تواند جنبید و ایں ہیچ کدورت متغیر تواند گشت۔ ورنہ داد آنست کہ در میانۂ آشنائی و بیگانگی گردشِ چشمے بیش نیست ؎

نومیدی از وصالِ تو طاقت گداز بود صد جا گرہ زدیم امیدِ بریدہ را

الحاصل بندہ تا یک ماہ در دہلی مقیم ہست امید کہ زود نہ دیر جواب ایں اخلاص نامہ ارزانی فرمایند۔ بدیں نشان کہ لفافہ در دہلی متصل چتلی قبر بر مکان نواب محمد مرتضی خاں مرحوم نزد مکتوب الیہ برسد۔ ان شاء اللہ تعالی بعد رسیدن جواب آں سرگذشت ایام جدائی بتفصیل نگارش خواہم کرد۔ اکنوں کہ ورق بپایاں رسید و مجالِ وقت تنگ و افسانہ بس دراز ؎

نامہ بحرفِ اشتیاق تمام ختم شد۔ والسلام والاکرام

ایضاً

رسید نہالے منقارِ ہما باستخوانِ غالب پس از عمرے بیاد آوردم آں راہ بیکاں را

الحمد للہ کہ نامۂ والا بعد مدت دراز رسید و رابطۂ دیرینہ را نوی بخشید و مرا از شکایتہائے بیجا

منفعل ساخت۔ دانستم کہ برانداختن مراسم صوری پیوند معنوی را زیان نہ دارد۔ اما ایں قدر
ہست کہ چوں راہِ نامہ و پیام بستہ شود و ایں حالت لختے بدرازی کشد تا کسے را از ہر دو
جانب بحکم بے اختیاریہائے شوق سر رشتۂ ضبط و تمکین از دست نرود و سر حرف باز نتواں
کرد۔ و باخبار ہمدگر بہ نتواں خورد۔ گمان نبرند کہ در پردۂ سپاس گذاری بردوست منت نہم
ہمانا شکرے کہ بوے شکایت نہ دہد و سخنے کہ بکنایہ اداکردہ نشود۔ بیگانۂ مذاق آشنائی است
ورنہ حاشا ثم حاشا کہ اندیشۂ دیگر در سینۂ اخلاص آگیں گنجایش داشتہ باشد۔ چوں از سرگذشت
مخلص استفسار فرمودہ اند پارۂ ازاں گذارش کردہ میشود۔ مخفی مباد کہ ہرگاہ سنگ تفرقہ
بہ بہیمۂ جمعیت رسید و گلشن فراغ را موسم خزاں فراپیش آمد۔ شمادر گور گانوہ از یاد و یار و دور
من ہم بہ پانی پت در شکنجۂ جدائی رنجور۔ دو سہ سال در بیت الحزن معتکف بودم دل رمیدہ
را بوعدۂ امروز و فردا ہمے فریفتم۔ تا آنکہ لشکر وحشت ہجوم آورد و سر رشتۂ ثبات از دست
رفت۔ رخت سفر بدہلی کشیدہ آمد۔ و ازآنجا بمیرٹھ و ازآنجا بہ مراد آباد۔ و باز از مراد آباد
بجانب سکندرہ اتفاق مراجعت افتاد۔ روزے چند ہم درآنجا بخدمت برادرِ مکرم اقامت
ورزیدم۔ چوں دو سہ ماہ بریں برآمد و خواہشے کہ دریں کشش و کوشش مطمح نظر بود روائی
نہ پذیرفت۔ ناچار بازمانۂ ناسازگار در ساختم۔ نواب محمد مصطفے خاں بہادر رئیس جہانگیر آباد
در بلند شہر اقامت داشتند۔ مرا بخدمتِ ایشاں بردند۔ بعد ازآنکہ گفتگوہا و پرسش جوہا
بہ میان آمد بحکم مناسبتے کہ دیدند مرا در گوشۂ خاطر جا دادند و بملازمت خود برگرفتند۔ کما
بیش چار سال است کہ در جہانگیر آباد زندگانی بسر مے برم۔ وجہ معاش اگرچہ مّا قل وکفی است
اما لطف صحبت از حوصلۂ توقع فزوں تر است۔ دریں روزگار کہ آدمی عنقا و آدمیت حکم
کبریت احمر دارد۔ ملازمت ایں یگانۂ روشن طبع آگاہ دل را از فتوحاتِ غیبی مے شمرم

ذہنِ ثاقب و فہمِ رسا و طبعِ جواد و خُلقِ کریم و فکرِ صائب و نظرِ عمیق بدیں پایہ کمتر دیدہ شد الحق فرشتہ را طبعِ کرشمہ سنج و خاطرِ سحر آفریں بخشیدہ بصورتِ انسان آفریدہ اند و ہنگامۂ خون گرمی خلف الصدقِ ایشاں نواب محمد علیخاں کہ بحلیۂ تہذیب آراستہ و بزیورِ اہلیت پیراستہ مردے است مرا از من بودہ است سخن کوتاہ حالتے دارم کہ اگر چرخ بر من رشک بردے می رسدش بود

روزگارم گر چنیں با او نظیری بگذرد　　　رشک آید عالمے را بر من احوالِ من

شنیدہ ام کہ دریں عرضِ مدت ورزشِ سخن را بغایت کمال رسانیدہ اند۔ از مرزا صاحب اکثر ستایشہا دربارہ آں مکرم شنیدہ ام حیف صد ہزار حیف کہ من بگفتارِ شما کارِ کام و زباں نسازم۔ و بیگانگاں از آں کامیاب شوند۔ امروز بہ پانی پت میروم رمضان ہم درآنجا بسر میبرم۔ پاسخ اخلاص نامہ بہ پانی پت فرستند۔ و زود فرستند و یک دو غزل از نتائجِ فکرِ بلند و آں [illegible] فرستند۔ و اگر فرصت دست دہد و زمینِ غزل نظیری کہ بالا گذشت نگارش فر[illegible] سخن یاراں بنوازند۔ بارہا تذکرہ صاحب با نواب صاحب درمیان آمدہ است۔ اما از گفتارِ شما ہیچ نشنیدہ اند۔ ولاکن شوق بسیار دارند۔ دیگر آنکہ طولِ ایامِ جدائی بنہایت رسید۔ و چرخ مشعبدہ ہمچناں در صددِ تفرقہ اندازیست۔ و فرصتِ جمعیت چناں [illegible] باز آمدنی نمی نماید و غالب کہ بقیۂ زندگی در آرزومندیہا بگذرد۔ اکنوں کہ ماہ رمضان است۔ تقریبِ عزمِ وطن بہتر ازیں بدست نخواہد آمد۔ اگر آں مکرم نیز دریں ایام بہ پانی پت بیایند و ماہِ مبارک ہمدر آنجا بسر برند چہ خوش باشد۔ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔

بنامِ جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی

ساختن ممنونِ دیدار و بحسرت سوختن، از تصرفہائے حرمانِ خداداد و منت

یارب ہر دردے را بدوائے چارہ میتواں کرد و ہر گرہے را بناخنے باز میتواں نمود۔ اما سوزِ دروں کہ تمنا نام دارد و نامِ دگرش ناشکیبائی ست چہ بلاز حمتے ست کہ بہ ہیچ افسوں چارہ پذیر نیست۔ تشنہ را بدمِ آبے و گرسنہ را بہ پارۂ نانے تسلی میتواں داد۔ و آرزومندِ دیدار بوصالِ جاودانی سیر نتواں کرد۔ ازینجا ست کہ پروانہ در صفِ چراغاں از تپ و تاب باز نہ استد۔ و بلبل در عینِ بہاراں از نالہ و شیون دم فرو نہ گیرد۔ گوئی مغلوبِ سطوتِ شوق نوش از نیش و ہجر از وصل باز نشناسد۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

فَالْوَلِقَا الْحِبِّ لِلْمَهْجُوْرِ تَسْلِيَةٌ وَلَيْسَ هٰذَا سِوٰى هَذْيٍ وَّ مَهْجُوْرٍ

فَالْوَصْلُ عِلَّةُ هٰذَا الْاِعْتِلَالِ فَهَلْ يُحَوِّلُ السُّمُّ تِرْيَاقًا بِتَكْرِيْرٍ

بسے بر نیامدہ کہ نامۂ نامی خُدام نزولِ اجلال فرمودہ از جمالِ دل آرائے لیلیٔ نثر جلوۂ ہوش ربائے شاہدِ نظم دو غرفۂ حدیقۂ معنی بروئے دل باز کشود و از حضورِ روحانی کہ بحکمِ سابقۂ ازلی وا یما میسر بودہ است و خواہد بود بہ شہودِ جسمانی رسانید۔ و حجابِ دوری کہ پردہ بصر بود نہ غشاوۂ بصیرت از میان برداشت۔ جائے آں بود کہ ازیں شادی برخود بالیدمے و در پیرہن نگنجیدمے۔ اما اشتلمِ شوق کار فرما نگذاشت کہ لختے بخود آئیم و از صبر و رحت بہرہ بریابیم۔ بالجملہ جگر تشنگیٔ طلب بجائے رسیدہ کہ بزلالِ وصال ہم فرو نشستنی نیست تا بہ نامہ و پیام چہ رسد۔ حیرانم کہ دریں کشش و کوشش چہ مے جوئیم و چہ مے خواہم

میگریم واز گریہ چو طفلم خبرے نیست   در دل تو گمانے ہست ندانم کہ کدامست

ہیہات مضمونِ شکر ہمہ در لباس نظم ادا کردہ شد و باندازۂ شورش نہان ہنوز یکے از صد نگفتہ ام۔ بہ کہ بعجزِ بیان معترف شوم و سخن بریں یک بیتِ عرفی تمام کنم ؎

غمزہ چوں تیغ زند لب نہ کشائی عرفی   کہ بہ تحسین تو کیفیتِ زنہارے ہست

والتسلیم

نظمِ عربی

نظم عربی جو مخدومی منشی محمد کرم اللہ خاں دام بقاءہم کی شادی کتخدائی کے موقع پر بطور مبارکباد کے بیماری کی حالت میں لاہور سے دہلی بھیجی گئی تھی

۱؎ بنفسی ما بہ جاء البشیر — وما افدی بہ شیء یسیر

۲؎ فبشرنی وقد القیت سمعی — بسور لا یکافئہ سرور

۳؎ فقمت اذا وکیف یقوم مثلی — نحیف لیس یبعثہ النشور

۴؎ شکیا لا یصاحبہ انیس — غریبا لا یزار ولا یزور

۵؎ نسیت ولم اکد انسی ہمومی — فما ہذا النشاط وذا السرور

۶؎ اری الارجاء قد ملئت بہاء — وفی القمرین فوق النور نور

۷؎ فیا للربع من ربع بہیج — بہ صحب واخوان حضور

۱؎ میری جان فدا ہو اُس خبر پر جو قاصد لایا ہے۔ مگر جو چیزیں میں فدا کرتا ہوں وہ حقیر چیز ہے ۱۲

۲؎ اُس نے مجھے ایسی خوشی کی خبر دی۔ جس کی کوئی خوشی برابری نہیں کرسکتی ۱۲

۳؎ میں خوشی کے مارے کھڑا ہوگیا مگر مجھ جیسا ناتوان کیونکر کھڑا ہوسکتا ہے جسکو یوم نشور بھی نہیں اُٹھا سکتا

۴؎ ایسا بیمار جسکا کوئی مونس نہیں اور ایسا مسافر کہ نہ اُس سے کوئی ملے اور نہ وہ کسی سے ملے ۱۲

۵؎ میں بھول گیا اپنے رنج جنکو بھول نہ سکتا تھا یہ کیسا نشاط ہے اور کیسی خوشی ہے ۱۲

۶؎ میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی دیکھتا ہوں۔ اور چاند سورج میں معمولی نور سے زیادہ نور پاتا ہوں ۱۲

۷؎ وہ پُر رونق مجلس کیسی مجلس ہوگی۔ جس میں یار اور بھائی جمع ہوں گے ۱۲

كَاَنَّ النَّاسَ حَوْلَ الْعِرْسِ كَانُوْا　　نُجُوْمًا بَيْنَهَا قَمَرٌ مُنِيْرٌ

وارجو حضرة الاصحاب فيه　　بشوقٍ لا الىٰ هوسٍ يصير

فان يك فاتني ما كنت ارجو　　اذًا قد فاتني خيرٌ كثيرٌ

اُحِبُّ وَلَسْتُ اَكْذِبُ عُرْسَ قَوْمٍ　　لهم ولعرسهم شانٌ كبيرٌ

ابوه فجدّه وهلمّ جرًّا　　سريٌّ او غنيٌّ او امير

له فى ذاته كرم عميمٌ　　كما فى اسمه كرمٌ شهيرٌ

فقرّت اَعْيُنُ الزّوجين قرًّا　　اِلىٰ ما كان للدّنيا قُرُوْرٌ

وكان مُباركًا لهما ازدواجٌ　　بِوُدٍّ لا يُداخله نفورٌ

فباطنه كظاهره صلاحٌ　　واٰخره كاوّله حبورٌ

---

۱ گویا کہ لوگ دولھا کے گرد ستارے ہیں اور اُن کے بیچ میں چاند روشن ہو ۱۲

۲ میں وہاں یاروں میں شامل ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ دلی شوق سے نہ جھوٹ موٹ ۱۲

۳ پھر اگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو بڑی دولت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۱۲

۴ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اُن لوگوں کے دولھا سے محبت ہے جن کی اور جن کے دولھا کی بہت بڑی شان ہے ۱۲

۵ دولھا کے باپ اور دادا اوپر تک یا سردار تھے یا دولتمند یا حاکم ۱۲

۶ دولھا کی ذات میں بھی کرم عمیم ہے۔ جیسے کہ اُس کے نام میں مشہور کرم ہے ۱۲

۷ خدا کرے جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ میاں اور بی بی دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں ۱۲

۸ اور دونوں کو یہ عقد خالص محبت کے ساتھ مبارک ہو ۱۲

۹ اِس عقد کا باطن مثل ظاہر کے بھلائی ہو اور اِس کا آخر اول کی طرح خوشی ہو ۱۲

ذیل کی ابیات دہلی کے احباب کو لاہور سے اُسوقت لکھکر بھیجی گئی تھیں جبکہ راقم دلی سے بدلکر لاہور سررشتۂ ترجمہ میں چلا گیا تھا اور دوستوں کی جدائی میں مغموم تھا

هَلْ مَنْ يُبَلِّغُ عَنْ مَحْصُوْرِ لَاهُوْرِ ۔ عَنْ مُبْتَلًى فِيْهِ بَعْدَ الْكَوْرِ بِالْحَوْرِ
اِلٰى دِيَارٍ بِهَا سَلْمٰى وَ اَهْلُهَا ۔ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِىْ زَمَانِ الْبَيْنِ مِنْ خَيْرِ
هَلْ فِيْكُمْ مَنْ يُوَاسِىْ حَائِرًا اَسِفًا ۔ بِمَا مَضٰى مِنْ دَوَامِ الْقُرْبِ وَالزَّوْرِ
وَلَمْ يَزَلْ حَدَثَانُ الدَّهْرِ يُزْعِجُنِىْ ۔ يَوْمًا بِنَجْدٍ وَيَوْمًا كُنْتُ فِىْ غَوْرِ
لٰكِنَّنِىْ رَاسِخٌ فِىْ حُبِّكُمْ قَدَمِىْ ۔ فَلَنْ اُحَوِّلَ عَنْ طَوْرٍ اِلٰى طَوْرِ
اِنِّىْ اُحِبُّ وَاَهْوٰى اَنْ اُلَاقِيَكُمْ ۔ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ نَحْوَكُمْ مَسْعَاىَ اَوْ سَيْرِىْ
اِنِّىْ اَرَانِىْ وَقَدْ اُنْضِيْتُ مِنْ نَصَبٍ ۔ بِحَيْثُ لَمْ اَبْقَ اَنْ اَمْتَازَ عَنْ غَيْرِىْ
وَاِذْ رَاَيْتُ قَضَاءَ اللّٰهِ مُحْتَكِمًا ۔ رَاَيْتُ نَفْعِىْ طَوٰى فِيْمَا يَرٰى ضَيْرِىْ

۱ کون ہے جو پیغام پہنچائے لاہور میں گھرے ہوئے کی طرف سے جو کہ وہاں آکر آسائش کے بعد تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے ۱۲
۲ اُس دیار میں جہاں سلمیٰ اور اُسکے اہالی موالی رہتے ہیں یہ پیغام کہ جدائی کے زمانہ میں بھلائی بالکل نہ تھی ۱۲
۳ کوئی تم میں ایسا ہی کہ جو غمخواری کرے ایک حیرت زدہ کی جو گزشتہ صحبتوں اور ملاقاتوں پر افسوس کر رہا ہی ۱۲
۴ ہمیشہ زمانہ کے انقلاب مجھے بے آرام کرتے رہے ہیں۔ کبھی بلند جگہ اور کبھی پستی میں میری گزرتی رہی ہی ۱۲
۵ لیکن تمہاری محبت میں میرا قدم جما ہوا ہی۔ سو میں ایک حالت سے دوسری حالت بدلنے والا نہیں ہوں ۱۲
۶ میری خواہش اور میری آرزو یہ ہی کہ تم سے ملوں اگرچہ تمہاری طرف دوڑنا اور چلنا میرے اختیار میں نہیں ہی ۱۲
۷ میں جبکہ غم سے تحلیل ہو گیا ہوں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے میں اور دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا ۱۲
۸ مگر جب میں نے حکم الٰہی کو سراسر حکمت سمجھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے ضرر میں میرا نفع مضمر ہے ۱۲

أَرْجُو مِنَ اللهِ بَعْدَ الْعُسْرِ مَيْسَرَةً إِمَّا عَلَى مُهْلَةٍ مَّا أَوْ عَلَى فَوْرٍ

ذیل کی نظم کارڈری صاحب[1] کی شان میں اُس وقت لکھی گئی تھی جبکہ وہ لاہور میں قائم مقام ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم تھے اور راقم سررشتہ ترجمہ میں کام کرتا تھا۔ اور صاحب ممدوح سے ایک معاملہ میں سفارش کا خواستگار تھا۔

لنا[1] اسیا ئین عند خصاصة	تکون بنا ان نلتجی بالقصائد
فنثنی[2] علی من کان یکفی امورنا	ولا سیما من کان اشعرنا قد
وانت[3] الذی تحوی الفضائل جمة	کما تحوی الداماء جم الفوائد
فتشنا[4] ک تفتیش اللحاة عن العدی	فلم نر شیئا فیک غیر المحامد
لقد[5] قلما ولیت امر جماعة	فمیزت منهم واحدا بعد واحد
ومن[6] ذا الذی یغریک ذرب لسانه	فانک لا تشری لضالة بکاسد

[1] اب میں خدا سے سختی کے بعد آسانی کی امید رکھتا ہوں خواہ کسیقدر دیر کے بعد اور خواہ جلدی ۱۲

[2] مرادشیاء سے جب ہمیں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو مدحیہ قصائد کی پناہ لیا کرتے ہیں ۱۲

[3] پس اس شخص کی تعریف کرتے ہیں جو ہماری کاربرآری کرے خصوصاً ایسا شخص جو شاعر اور نقاد سخن بھی ہو ۱۲

[4] اور تو وہ شخص ہی کہ تجھ میں بہت سے فضائل جمع ہیں جیسے کہ دریا میں بہت سے فوائد جمع ہوتے ہیں ۱۲

[5] ہم نے تیری اس طرح چھان بین کی جیسے نکتہ چیں اعدا کی کرتے ہیں مگر دیکھی ہم نے تجھمیں کوئی شے خوبیوں کے سوا ۱۲

[6] تھوڑے ہی دن ہوئے کہ تو ایک محکمہ کا افسر بنایا گیا ہی سو تو نے اُسمیں ایک ایک کو اچھی طرح پرکھ لیا ۱۲

[7] وہ کون شخص ہی جسکی چرب زبانی تجھکو دھوکا دے سکے۔ کیونکہ تیری پسند نکمے کو نہیں قبول کرسکتی ۱۲

[1] یہ وہی کارڈری صاحب ہیں جو آخر کو ریذیڈنٹ مقرر ہوکر حیدرآباد گئے اور کئی سال وہاں رزیڈنٹ رہے ۲

وَلَم یُنسِکَ الغُیّابَ عنکَ مغیبهم ۔۔۔ فعندکَ حق الغائبین کشاهدِ[1]

اتیتَ ببدعٍ لم یجد قبل واحدٌ ۔۔۔ الیه سبیلاً من ذکیّ وخاملِ[2]

کشفتَ غطاءً عن خبیّات هومرٍ ۔۔۔ کما یکشف الصبح الدجی عن مراقبِ[3]

وهل بعد هذا الفضل للمرء حاجةٌ ۔۔۔ الی غیره من بیّنات الشواهدِ[4]

مدحتکَ حقّاً غیر مطرٍ مبالغٍ ۔۔۔ وشانکَ عندی فوق تلک المحامدِ[5]

مبارک باد شادی کتخدائی جناب مرزا ثریا جاہ صاحب گورگانی خلف اوسط جناب مرزا ہدایت افزا المعروف بہ مرزا الٰہی بخش مرحوم جو میرے عزیز دوست مولوی مرزا اشرف بیگ مرحوم کی فرمائش سے لکھی گئی تھی

اَبَیتَ اللّعنَ نُخبَۃَ آلِ قومٍ[6] ۔۔۔ الیهم ینتهی کُلُّ المعالی

---

[1] تجمکو غائبین کا نظر سے اوجھل ہونا بھلا نہیں سکتا تیرے نزدیک غائب و حاضر میں کچھ فرق نہیں ۱۲

[2] تو نے ایک ایسا نادر کام کیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی ذکی یا غبی کو اُس کا رستہ نہیں ملا ۱۲

[3] تو نے ہومر کی نظم کی مشکلات کا پردہ اس طرح اُٹھا دیا ہے جیسے صبح خوابگاہوں سے اندھیرا زائل کر دیتی ہے ۱۲

[4] کیا اس فضیلت کے بعد آدمی کو کسی اور روشن تر شہادت کی حاجت باقی رہتی ہے؟ ۱۲

[5] میں نے تمہاری تعریف سچ سچ بغیر مبالغہ کے کی ہے۔ مگر میرے نزدیک تمہاری شان اس تعریف سے بالاتر ہے ۱۲

[6] تو لعنت سے محفوظ رہیو۔ اے اُن لوگوں کی اولاد کے انتخاب جن کی طرف تمام بڑائیاں منتہی ہوتی ہیں ۱۲

---

[1] کارڈی صاحب نے یونان کے مشہور شاعر ہومر کی کتاب نظم یعنی الیڈ کا ترجمہ یونانی سے انگریزی نظم میں کر کے انگلستان میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ یہ اُسی ترجمہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ حالی [2] عرب زمانۂ جاہلیت میں سلاطین و ملوک سے خطاب کرتے وقت یہ جملہ بطور تحیت و دعا کے بولا کرتے تھے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تو نفرین و بددعا سے ہمیشہ بچا رہیو ۱۲

لهم بين الورى ذكر رفيع[۵۱]　　وشان في ملوك الدهر عال

وانك انت يا من طاب نفسا[۵۲]　　لهم خير الجد ود لخير آل

خطبت كريمة من طيبات[۵۳]　　اولات الفضل خيرة الفعال

فيا للمنتدى خير التوادي[۵۴]　　به حققت موالات الموالي

ويا للعرس من فحل كريم[۵۵]　　اثيل المجد محمود الخصال

يجود بما يضن ولا يباهي[۵۶]　　ويفعل ما يشاء ولا يبالي

يجيب السائلين بغير مكث[۵۷]　　ويعطي العائلين بلا سوال

وان يك اصغر الاقران سنا[۵۸]　　فاكبرهم بلوغا في الكمال

فبورك فيه ما دام الثريا[۵۹]　　وما انسلخ النهار من الليالي

---

۵۱ جن کا نام دنیا میں بلند ہے اور جن کی شان شاہانِ عالم میں عالی ہے ۱۲

۵۲ اور تو اے پاک نفس! اُن اچھے آبا و اجداد کی اچھی اولاد ہے ۱۲

۵۳ تو نے ستھرائی اور بڑائی والیوں اور پسندیدہ خصال مستورات میں سے ایک عالی خاندان لڑکی سے شادی کی ہے

۵۴ پس وہ کیسی شاندار محفل ہوگی۔ جہاں دوستوں میں محبت متحقق ہوتی ہے ۱۲

۵۵ اور کیسا شاندار دولہا ہے۔ جوانمرد سخی۔ خاندانی بزرگی والا اور پسندیدہ خصلت والا ۱۲

۵۶ وہ دیتا ہے جو چیز نہیں دی جاتی اور فخر نہیں کرتا۔ اور کر بیٹھتا ہے جو چاہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا ۱۲

۵۷ مانگنے والوں کی بلا توقف سنتا ہے اور محتاجوں کو بغیر مانگے دیتا ہے ۱۲

۵۸ اگرچہ عمر میں ہمچشموں سے چھوٹا ہے۔ مگر کاملیت کی حد کو پہنچنے میں سب سے بڑا ہے ۱۲

۵۹ پس برکت دیا جائیو جب تک کہ آسمان پر ثریا ہے اور جبتک کہ راتوں سے دن برآمد ہوتے رہیں ۱۲

قصیدۂ بائیہ

در شان حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کہ ہنگام اقامت آنجناب مدینۂ منورہ از ہند بخدمت بابرکت ایشاں فرستادہ شدہ بود و از آنجا اطلاع رسیدن آں ابیات حضرت ایشاں بدستخط خاص در عبارت مندرجۂ ذیل دادہ بودند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ من عبد الغنی ابن ابی سعید الی الفاضل النبیل و الادیب الجلیل المولوی الطاف حسین ـ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ـ وصل مکتوبکم الشریف مع القصیدۃ الی العبد الضعیف مع فصاحتہ و بلاغتہ لا یخلو عن الشین من جہۃ المدح لا عیب فیہم غیر ان سیوفہم بہا فلول من قراع الکتائب ، و استحسنہا بعض ادباء المدینۃ المنورۃ لما فیہ من البراعۃ و الفصاحۃ اللہ یتجاوز من ذلک و ینفعکم باعلی منایا و مآرب بجاہ صاحب الشفاعۃ الکبری سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ فلک السعادۃ و نجوم الہدایۃ بلا ریب و خلل ـ والسلام

هَوَی الحُوْرِ بَلْوَی کُلِّ حِبْرٍ و نادِبِ وفتنۃُ قِسِّیْسٍ و نَزْلَۃُ رَاهِبِ

وهزمٌ لمنصورٍ و فتحٌ لخاذلٍ وعزٌّ لمغلوبٍ و ذلٌّ لغالبِ

وما من نساء الحیِّ للعِزِّ مَخْلَصٌ بِلَیْمٍ قد استأسرنَ اَهْلَ التجاربِ

ولیس بداءٍ کادَ یُشفی سقیمہ صَبَابَۃُ قلبی بالعذاری الکواعبِ

قد اختطفت لُبّی وَدُوْعِیْ ملیحۃٌ بلطف مُدارٍ لا بعبس مُعاتبِ

معطلۃ الآراء من غیر رُقْیَۃٍ مُقَتِّلَۃُ الاحشاء لا بالمضاربِ

وصاحبۃ العشاق لا فی مکارۃٍ وکاذبۃ المیثاق لا بالمُراقبِ

لفی نظرۃٍ منہا و غمزٍ و لمحۃٍ بلاء لذی وَرَعٍ الی اللہ تائبِ

وکم من حیاءٍ دونہا و تصحُّبٍ وحصنٍ من التقوی و خوف العواقبِ

تحجّبنا لما قد خرّ موسی صعقۃً ولکن دانینا عند کشف الجلائبِ

ذهبنا لنلهيها بنا عن مشاغلٍ	فجاءت ولهتنى عن الاشتغال بى
اشدّ بلاءً وصلها من فراقها	اذا كان عند الوصل خوف المراقب
أراقب وقت الوصل من غير موعدٍ	اصدّق فى اقدامها قول كاذب
اليلاى ما اغناك عن شان مولعٍ	له انت فى دنياه قصوى المآرب
تناسيت فى ذكراك علماً وحكمةً	لا نضيت آياماً اليها ركائبى
ذهبت بصبرى يوم اقدمت فى الحمى	نزلت وما انزلتِ حمل المراكب
شغلتِ بلحظٍ قلبنا عن مشاغلٍ	صرفت برمزٍ قصدنا عن رغائب
يُغشّى على ابصارنا منكِ جلوةٌ	كانك فى الاستار من غير حاجب
عتابك حلوٌ فى المذاق فعاتبى	وضربك حتى للرقاب فضاربى
وودتك قلب العاذلين بنظرةٍ	لكِ الدّينُ عند العاشقين فطالبى
اَحِبّةُ لا تُشكُوا احزيناً فربّما	تُهيّجُ للاصحاب رنّةُ صاحب
ذرونى وقلبى بالرزايا فانه	مصائبُ اُخرى ذكر تلك المصائب
لقد قل عونى فى اُخىٍّ كثيرةٍ	كانّى غريبٌ بين خلٍّ وقارب
ولى من موالٍ انّما انا بينهم	بمنزلة الكرار بين النواصب
وفيما الى سلمى وصولى فاننى	ضللتَ سبيلى فى ضياء الكواكب
لاصبح يوم البين كالليل مُظلماً	كان صباحى قطعةٌ من غياهب
كما اظلم الدّهلى بتغريب كوكبٍ	مُضيّ على عُربٍ عن الهند عازب
عروفٍ عزيز العلم هادٍ ومرشدٍ	جليل المساعى مستفيض المناقب
صبورٍ على البلوى شكورٍ على اللُّهى	نفورٍ من الدنيا الى الحقّ راغب

لاتشکوا من الاشکاء بشکوہ آوردن ۱۲

من ادکمالٍ سفتدی کل کامل	محطِ رحالٍ منتہیٰ کل طالب
اذا ما قضیٰ عدلٍ صدوق اذا روی	مصیب اذا افتی اذا قال صائب
وحید الوریٰ عبد الغنی الذی لہٗ	اوائل مرأۃٌ لکشف العواقب
یقوم غبیٌّ جالس الشیخ ساعۃً	بقلبٍ ذکیٍّ مطمئنٍّ مراقب
وترجع رجعاً قہقریٰ دون بابہ	ضلالۃ ضلیلٍ وخیبۃُ خائب
لیعلم علم الناس بالشمس فی الضحیٰ	باسرارِ موجودٍ واحوال غائب
بدایتُہٗ اقصیٰ نہایات منتہٍ	نہایتہٗ قصویٰ عنایاتِ واہب
مہابتُہٗ فی نفسِ الفٍ ووامقٍ	ارادتہ فی قلب عادٍ و جانب
ھو السابق الغایات من صاعدی العلیٰ	الیٰ رجلہم لا ینتہی سیر راکب
کراماتہم مشہورۃٌ فی مشارقٍ	مقاماتہم مذکورۃٌ فی مغارب
لاوضح برہانٍ علیٰ اختصاصہم	بموہبۃ الرحمٰن خیر المواہب
صیانتہم من کل طاغٍ وعاندٍ	اذا غلبو فی الہندِ کل اغالب
وممن یصدون السبیل امامہم	وکم خلفہم اذ ہاجروا من معاقب
فلما احیطوا انما کان حولہم	نصال العوالی اوذباب القواضب
ولما اتیٰ نصر من اللہ بغتۃً	لقد سابقوہم معجزی کل ناہب
تاثرہ شرعٌ عن یباً وقاطناً	فیا عجبا من رائجات الجلائب
ولم یرو حتیٰ اجتاز ابار قومہٖ	فقد ورد الینبوع اصل المشارب

لہ اشارۃ الیٰ ما نقل عن بعض الثقات ان الشیخ الممدوح رایٰ لیلۃً سید الطائفۃ خواجہ بہاء الدین النقشبند فی المنام فبایعہ بلا واسطۃٍ بعد ما بایع شیوخ عہدہٖ مع اقرانہ واللہ اعلم ۱۲ حالی

مدحنا بما اختص الورى من مراتب | وفی الشیخ شانٌ فوق تلک المراتب
سینقد دون الابتداء بوصفه | اقاویل وصّافٍ واوصاف کاتب

مبارکباد خطاب شمس العلما بہ جناب مولانا شبلی نعمانی کہ در علیگڈھ نوشتہ شد

یا وحیداً من الکرام فریداً | وعزیز المثلی علق نفیس
انت اولی بان تلقب شمساً | بل بان یجعلوک شمس الشموس
انت شمس الھدی ولست بشمس | یعتریھا الخنوس بعد الخنوس
انت طھرت ذیل دینٍ مبینٍ | لوثته اللئام بالتدلیس
ثم دافعت عن امامٍ نقیٍ | کان بعد النبی خیر رئیس
وعن الحق قد کشفت غطاءً | بعدما اغلقوه بالتلبیس
سرت فی الارض انت براً وبحراً | للمعالی ولا لامر خسیس
قلدوک الزمام من رس قوم | فیه یرجی لھم کمال النفوس
فتقلدت والتزمت لزوماً | خدمة المسلمین بالتدریس
قمت بالدرس والدراسة فیھم | فارغاً عن ریاسةٍ ورئیس
وجعلت الکمال غایة ھمٍ | واتخذت الکتاب خیر جلیس
فعلی القوم لا نھا لک حقٌ | کلھم من وجوھم ورؤس
صانک اللہ عن مکارہ حتی | صرت کالقلب منا فی الخمیس

نثر عربی

ضراعت نامۂ موسومۂ اعلیٰ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کہ با قصیدۂ بائیہ در مدینۂ منورہ ارسال داشتہ بود

هذه نبذ كلمات عديدة وعدة ابيات غير سديدة يتوسل بها العبد الذليل الصفر اليدين الملتزم بالشرو الشين المتشبث بالطاف حسين كان الله له ولوالديه فى النشاتين الى المولى الجليل والشيخ النبيل مالك ازمّة الاستكمال و التكميل الهادى الى سواء السبيل قدوة السالكين زبدة العارفين رأس الفقهاء والمحدثين قطب الملة والارشاد قبلة الابدال والاوتاد صدر الشريعة الغراء عماد الملة البيضاء ومظهر الانابة والاجتباء اوجه العلماء الاعلام مجاور حرم خير الانام وارث علم النبى مولانا ومرشدنا شاه عبد الغنى المجددى النقشبندى الهندى المدينى لا زال ظل فيضه ممدودًا وقرع بابه مقصودًا سمعت يا مولانا ان اعرابيًا جاء الى هارون الرشيد بماءٍ كدرٍ ملحٍ اجاجٍ كان يظن الماء احلى من شريب النبات واصفى من ماء الفرات تقرب به الى الخليفة وجعل هدية له فدخل المجلس وعرضه عليه فاذا هو ماء سَنِتنٌ الريح مُرُّ الطعم كدر اللون فتفرس هارون واطلع على داخلة امره وعلم ان الماء وان يك ملحًا فى نفسه ولكنه حلو فى مذاق الاعرابى فمنع القوم عن هتك سره وافشاء امره لكى لا ياخذه الندم فيرجع خائبًا اسفًا وامر بعطية جليلة له واخرجه على الحال من بغداد مخافة ان

یقیم بھا او یشرب من ماء دجلة فیجد حلاوة فی ذوقه ولطافة فی طعمه فیستحیی استحیاء النادم و یوض بنان السادم فکذلک ارجوانا ایضا یا شیخ یا مولائی ان تنظر الی ما ارسلت الیکم من کلام مجین وقول غیر متین نظرة یا القبول فاذن یعوج ما فیه من الخطاء صوابا و من النقص تماما فانت من رجال اذا مروا باللغو مروا کراما و ان تدعولی بدعوة تکشف عنی الغمة و تذکنی بصرف الھمة و بذل النھمة مستعینا بجناب سید المرسلین و متمسکا بذیل رحمة العلمین فداه امی و ابی صلوة الله وسلام و اله و اصحابه اجمعین فاننی قد ھلکت نفسی لاھواء و احاط بشراشر قلبی بلاء الاخلاق من السداد ولا سبیل الی الرشاد قد اخترت علی الاجل عاجلا و العجب من العاجل ایضا کالاجل مفقود رضیت من الجلیل بحقیر و الحقیر ایضا لیس بموجود فیا اسفی قد وقعت سھامی کلھا عن ھدف المقصود وبقیت صفر الکف فی الدنیا و الاخرة +

کیف الوصول الی معاد و دونھا قلل الجبال و دونھن حتوف

والرجل حافیة و ما لی مرکب والکف صفر و الطریق مخوف

فھا انت یا شیخ یا یھا العزیز مسنا و اھلنا الضر وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان الله یجزی المتصدقین وسلام علی عباده الذین اصطفی من مجاوری حرم المصطفی صلی الله علیه و اله وسلم

دوسرا خط جناب ممدوح کے نام جس میں پہلے خط اور قصیدہ کی رسید کا شکریہ ادا کیا ہے

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا و نبینا محمد و اله و صحبه اجمعین وبعد فیا ایھا الشیخ یا مولای سلام علیکم ازکی سلام ثم سلام علیکم الف الف سلام

قد بلغني منكم ما كنت ارجوا من بشارة القول واجابته المامول فشكر الكم بعد شكر على ما ادركتموني وتداركتم بالي من محاسبة الساعات ومراقبة الاوقات تالله لقد قرت من الامال بما لا يرجى ونلت بموهبة منكم عظمى ومن مثلكم شئ يسير كم فيه من خير كثير فانكم اليوم منتهى قصدي وقصارى املي لكل قريب وبعيد شقي وسعيد وانتم بارض ترابها شفاء الاسقام ومقام كريم لا يحله الا الكرام وانا العبد الذليل الملتزم بالشرو الشين المدعو بالطاف الحسين تجاوز الله عما جنت يداي وغفر الله لي ولوالدي وسلام على عباده الذين اصطفى من مجاوري حرم المصطفى صلى الله عليه واله وسلم ۔

مکتوب بنام مرزا اشرف بیگ مرحوم دہلوی از لاہور

سلام عليكم سلام غريب بعيد الدار مهجور الاوطان والاوكار طويل الليل عبوس النهار قد حل ارضا لا انيس بها ولا صاحب وضاقت عليه بما رحبت فاعيت به المذاهب لا يتمكن من عزمه فيبصر قصده ولا يقدر على نفسه فيرى رشده قد تركتموه غرضا لسهام الالام ودرية لطعان الاحزان والاسقام وحيدا طريدا بائنا بعيدا خزينا كئيبا قلقا مكروبا ولكنه مع ما به من الهم والشجى والحزن والاسى وكابة الفراق وحرارة المشتاق ولوعة قلبه ولعوة جنبه وشتيت باله وجزعه وبلباله لا يكاد يشغله عنكم شاغل ولا يحول بينه وبينكم حائل ۔ وقد القى ذكركم بين عينيه ليانس به ويسكن اليه وكلما يبلغه كتاب اوتهب ريح خطاب من عند احد من الاحباب يهيج له شوقا الى شوق ويجشمه من الهوى ما لا يسعه الطوق فالحمد لله حمد الصابرين الراضين بقضائه كلما قضى لا رجين رحمته

عند كل كربةٍ وبؤسٍ على ما قد قيل ؎

ادى الصبر محموداً وعنه مذاهبُ — فكيف اذا ما لم يكن عنه مذهبُ

هو المهربُ المنجي لمن احدقت به — نوائب دهرٍ ليس منهن مهربُ

فالمرجو منكم يا معاشر الخلاق وخلص الاخوان ان لا تنسوا ما انعم الله عليكم من قرة اعينكم وسكينة قلوبكم في محادثة الاحباب سراً وجهاراً ومفاكهة الاتراب ليلاً ونهاراً وان تجعلوا شكر تلك النعمة ذكرنا ومواساتنا وتدارك ما فاتنا من اخضر عيشنا واطيب حياتنا فلا يشغلكم شانٌ عن شاننا ولا يبعدكم بعد مكاننا ومن مثلكم نظرةٌ الينا ولو كانت بعد زمانٍ يروي غليل القلب اللهبان واما ما بلغني اليوم بعد دهرٍ طويلٍ من كتابكم الجزيل وامركم الجليل فقد سرّني اشد سرورٍ وصنع بي ما يصنع لقاء المهجور بالمهجور وستجدون جوابه ان شاء الله رديف هذا الكتاب مندرجاً في كتابكم المطاب واما ما سألتم عن بعض اعمال المدارس فقد سألتم عن ظلٍ زائلٍ ورسم دارس والسلام عليكم وعلى من يحبنا ويحبه ممن لديكم ومن حواليكم ۔

كتابة اخرى

سلام عليكم اعلى سلامٍ من قبل الغريب المستهام وبعد فهذا جواب ما بلغني من كتابكم المتين وخطابكم الرزين في لسانٍ عربيٍّ مبين فوقع عندي موقعاً حسناً وسررت به اشد سرور ولكنه قد وقع في استجوابه نحوٌ من التمكث الغير المعتاد

---

[1] اس خط کا آخری حصہ تلف ہو گیا۔ اسلئے ناتمام حالت ہی میں چھپوا دیا گیا ہے ۱۲ حالی

فو الذی نفسی بیدہ ما منعنی منه الا انه کان الزمان زمان الفتنة والبلاء والمرض والوباء قد انزوت العافیة فی الزوایا واحدقت بالبلد انواع البلایا وکان الناس بین صرعی وقتلی فمنهم من لسعته الحمی ولدغه الصداع ومنهم من قتلته الهیضة بذات الشفرتین من سیف الاسهال والهواع وکان الجدری العام مزیدا علی ذلک ابتلیت به صغارهم وکبارهم وذکورهم واناثهم فهلک من هلک ونجا من نجا۔ واما الباقون وانا منهم وقلیل ماهم فکانوا بین الخائفین والراجین الذین یاتیهم الموت من کل مکان وما هم بمیتین ولم یزل کان الامر کذلک حتی صار الموت والحیوة کفرسی رهان یسبق هذه تارة وتلک اخری۔

کتابة اخری ارسلت بعد معاودة من حیدرآباد الی الوطن الی جناب النواب عماد الملک الشهیر بمولوی سید حسین البلکرامی احد ارکان الدولة العالیة

اقمت معتصما شهرا وایاما بجبل رامتکم فی حیدرآباده

فهذا دعاء وتذکار لنعمتکم وشکر لاحسانکم یا سید السادہ

ولست بناس طول عمری صنیعکم کذا جرت باذکار النعم العادة

وبعد فقد وصلت یا سیدی فی ۲ نومبر یوم الثلثاء بنعمة الله وحسن توفیقه من بمبئی الی دلی سالما وغانما وکنت فی بمبئی نزیلا فی منزل صاحبکم الجلیل المبجل الممتاز عن الاقران فی المعمورة بالسیر العادلة والاخلاق المرضیة السید غلام حسین

المتنزۃ عن کل شین الذی فی زورتہ سکینۃ للقلب وقریرۃ للعین ستین ساعۃ فعاملنی ھٰذا الفتٰی معاملۃ لا تکاد تقع بین الاجانب بل عاشرنی معاشرۃ الاصحاب بالاصحاب ورافقنی مرافقۃ الخلان بالخلان وارانی من خصائص المعمورۃ وعجائبھا ومراسیھا ومراکبھا فوق ما کنت ارجو ان اراھا وله غیر ذٰلك من الصنائع التی صنع بنا مالا یوصف باللسان ولا یفیہ اللفظ والبیان فیالیت شعری کیف اشکرکم ایاکم علی ما ھدیتمونی منزل الرجل النبیل ودللتمونی علی سواء السبیل الی خوان الخلیل ام احمد الرجل علی ما اکرمنی واحسن مثوی واعاننی علی ما کنت بصددہ من اطلاع احوال المعمورۃ وبالغ فی حسن الاضافۃ والقری ولم یأذن لی بالرحلۃ من بمبئی الا کرھًا فواللہ لئن کان الاسمٰعیلیون کلھم متخلقین باخلاق اخیھم ھٰذا جزمت بان الناجیۃ من الفرق الاسلامیۃ ھی الفرقۃ الاسمعیلیۃ لا غیرہ ثم ان الرجل کان یقول مشتکیًا عن جنابکم الرفیع انکم لم تکتبوا الینا منذ زمان طویل ولم تطلعونہ علی احوالکم ولم تسالوا عنہ وعن احوالہ وامرنی ان اخبرکم بذٰلك واسالکم ان تدارکوا ما فاتکم وما علی الا البلاغ ٭

کتابۃ اخری الی مدیر الجریدۃ العربیۃ المسماۃ بالنحلۃ الادبیۃ فی لندرہ

قد اسلۃ القس الجلیل قد وصلنی من اول تموز الی اخر تشرین الثانی ثلثۃ اعداد من جریدتکم الفریدۃ المسماۃ بالنحلۃ الادبیۃ التی تلوح اثار قبول العٰلمین من غرتھا البیضاء فتمتعت بما فیھا من سوانح الاخبار وبدائع الافکار وفوائد اخری یعجز عن حصرھا

لسان الاظهار فبعد ها اتشکر غایة التشکر علی یا احسنتم الیّ مثل هٰذا المسکین
بارسال الجریدة اقول انی مع بالی من شدة الولع وغایة الحرص علی مطالعة
النحلة لا استطیع ان اشترک فیها وان مثلی فی الباب کمثل ظمآن علی راس بئرٍ
ماله دلوٌ ولا سببٌ یتوصل به الی الماء ولا قلبٌ یصبر علی العطش ولکنی
انعهد ان شاء الله بالسعی المقدور فی نشر نفحات النحلة وبرکاتها بین ابناء الوطن
ومن الاخوان والخلان وغیرهم من رؤساء ادارات التعلیم الذین یعرفوننی
ولو بادنی معرفة واما اغنیاء هٰذه الصفحات من الملوک والامراء والاکابر
فلیسوا فی شئ من ذوق العلوم ومطالعة الجرنالات وتفحص الاخبار وذلک السعی
الذی تعهدتُ به لا یکون منّی علی شرط عوض من جنابکم بل یکون لمحض
اشاعة الخیر والبرکة بین الناس ولما یقتضیه الاخوة الانسانیّة من التعاون
والتعاضد هٰذا وان کنتم تمنّون بعد ذلک بارسال الجریدة فلا یسعنی الاتیان
بغیر التشکر علی هذا الامتنان باللسان والجنان الا انه فی عزم هٰذا النحیف علی
تقدیر وصول النحله فیما بعد ان اُبلّغُ فی کل شهرین او اکثر مرة واحدة بعض الحوادث
المهمة الواقعة بهٰذه الاقطار الی حضرتکم بمثل هذه العربیة المستهجنة التی لا تکاد
تقع عند اهل اللسان موقعاً حسناً او باحدی اللغتین من الفارسیّة والهندیّه
ان لم یکن علی خلاف شرط النحلة ثم لی فی خصوص امر الجریدة کلامٌ آخر لا بد ان
ابوح به فی حضرتکم وهو انّ ترجمتها بالانکلیزیّة ان کانت مطابقة بکل لفظٍ لفظٍ
من العربیة بحیث لا یبقی لغةٌ من اللغات المولدة والمعربته مجهولة غیر مفسّرة
لکان اقرب الی فهم اهل الهند واوقع فی قلوبهم فان اللغات المتداولة بین ایدیهم

من الصراح والقاموس وغیرهما لیست بکافلة لجمیع ما فی العربیة الحالیة من الالفاظ القدیمة والحدیثة وطیُّ هذه الصحیفة رقیمة اخریٰ بالانکلیزیة ارجو ان یکون النظر فیها منتجاً لبعض النتائج الحسنه والسلام خیر ختام۔

صورة ما قرظت علی المنظومات الضیائیة التی اکثرها بالعربیة ومنها بالفارسیة والهندیة

الحمد لله الذی حبّب الیّ کلام الخطباء والشربنی فی قلبی حلاوة النظم وذوق الانشاء فلا ارغب الا فیه ومن یرغب عنه الا السفیه فسبحان من انعم علیّ بالنعم التی لا تحصیٰ ثم اختصنی منها بتلک الموهبة الکبریٰ ومن ههنا فلیعلم انی لا یسعنی السکوت عن مدح ما یقع عندی موقعاً حسناً من نظم بهیّ او نثر شهیّ او بیان رائق او کلام فائق واما ان اتکلّف فی مدح او اعتسف فی قدح او ابالغ فی الازراء او اجنح الی الاطراء فلا یتأتّی منی ابداً ولا افعله سهواً ولا عمداً ولذلک ارجو من الله المستعان ان اکون فیما اصف مشهوداً لی بالصدق والصواب حتی لا یرونی الا الناطق بالحق من غیر شک ولا ارتیاب

وبعد فلما وصلت من دلی الی لاهور مستعیذاً بالله من الحور بعد الکور وقد کنت اذ لا اعرف احداً ولا یعرفنی احد من اهل ذلک البلد اوصلنی قائد التوفیق الی خیر منزل لخیر منزل من السادة الکرام والشیوخ العظام صدر المحاضر والنوادی سیدی ومستندی خواجه **ضیاء الدین** الجهان آبادی

یعنی سید خواجہ ضیاء الدین مرحوم دہلوی کی نظمیں تینوں زبانوں میں ۱۲ حالی

لازال مصوناً عن کل داهیة وناقرة وما فاته حسنة من حسنات الدنیا و الآخرة فکنت نزیلاً عنده الی ثلثة اشهر او اکثر فکان ما دمت فی بیته یعمل لی کل صنیعة ویصنع الی کل معروف ویؤثرنی ویؤاسینی ویکرمنی ویدارینی وله عندی غیر ذلك من الصنائع ما لا یسعه البیان ومن الایادی ما لا یوصف باللسان وهذا الذی ذکرت من حسن الاضافة والقری فلیس فی عداد من فضائله التی لا تحصی منها ان له یداً فی النظم طولی وقسطاً من النثر اوفی فی السنة مختلفة ولغات شتی فتارة یسجع سجع الخطباء من العرب العرباء واخری ینشد نشید الفرس من مفلقی الشعراء وسحرة البلغاء واما الاردو فمثله کمثل دابة هو اخذ بناصیتها تنصرف حیث شاء ومما یشهد لی بصدق ما ادعیت له هو هذه الصحیفة المنیفة التی فیها انموذج کل من تلك الالسن الثلثة فی بیان رشیق ولفظ انیق لهذا المصقع الطلیق والمنطیق الذلیق فیا لها من وجیز جامع بین کلام العرب والعجم فیه النسیب وفیه الوعظ والحکم یرغب الیه لطلاوة لفظه ویتنافس فیه لحلاوة نظمه کانها روضة یعجب الانظار نضرتها او جنة تشخص الیها الابصار لبهجتها او دوحة مثمرة او سحابة ممطرة او حدیقة دهماء او عشیقة حسناء او عین من ماء معین او منظر الحور عین وله سوی ذلك من المصنفات ما فیه قرة اعین لکل ناظر وغنیة لکل بادٍ وحاضر فلا زال مفیضاً علی المستفیضین ومنحازاً للطالبین واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین ؂

خطبۃ یوم الجمعۃ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للهِ الَّذی خلق الخلقَ فسوّاہُ واصطفی الانسانَ علی الاکوانِ فاکرمَهٗ
واحسنَ مثواہُ ونصرہٗ وکفاہُ وامرہٗ ونہاہُ فمنہم من اناب الیہِ و
اعتصمَ بہٖ ولم یعبد الا ایّاہُ ومنہم من اقتفی اثرَ النفس واخذ اخذَہا و
اتّخذ الٰہہٗ ہواہُ والصلوٰۃُ والسلامُ علی النبیِّ المنیبِ الاوّاہِ المتبتّلِ
الی اللهِ عمّا سواہُ ۔ الّذی وجدہٗ یتیمًا فاٰواہُ وعائلًا فاغناہُ ومن کلِّ
شیءٍ اعطاہُ واجتباہُ وہداہُ وعلی من اتّبع ہدیہٗ وقفاہُ واعلی کلمۃَ
الحقّ وحماہُ واتّقی اللهَ حقّ تقاتہٖ وملک نفسہٗ وہواہُ وبعدُ فیا ایّہا
الانسانُ اغرّکَ بربّکَ الکریمِ وما حملکَ علی التأثیمِ وما ولّاکَ عن النہجِ
القویمِ وما الہاکَ عن النعیمِ المقیمِ حیوٰتکَ الدنیا فانیۃٌ وانتَ
ترجو انّہا باقیۃٌ ومتاعہا شیءٌ یسیرٌ ولنتَ تعلمُ انّہٗ فیہِ خیرٌ کثیرٌ
قد استہلکتَ فی الشہواتِ ونسیتَ ہادمَ اللذّاتِ وتناہیتَ فی الملاہی
وما انتہیتَ عن المناہی کم اُمرتَ بمعروفٍ فعصیتَ وکم دُعیتَ الی الخیرِ
فتولّیتَ جمعتَ من الدرہمِ والدینارِ الافًا واضعافًا ورأیتَ فی نفقۃٍ
لوجہِ اللهِ اسرافًا واتلافًا منتہی تصدّلکَ تجسّسُ عیوبِ الاخوانِ وجلُّ
صناعتکَ ستکُ استارِ الجیرانِ ساءَ ظنّکَ بالخیارِ وحسنَ لدیکَ مقامُ
الاشرارِ یتبعُ وعدکَ الاخلافُ ویعقبُ صلحکَ الخلافُ طالَ قیامکَ

فی طلب المال وانت تارکه بعد حین ولا یزال تعوذک عن الاعمال حتی اتاک
الیقین فویلک قد طلبت متروکا وترکت مطلوبا واقتضیت حوبا وما
قضیت مکتوبا وشریت بالحقیر جزیلا وبالرخیص جلیلا وحملت خفیفا
ونبذت ثقیلا واخذت من الصفو کدرا واخترت علی الخیر شرا و
استبدلت الذی هو ادنیٰ بالذی هو اعلیٰ. واشتغلت عن الآخرة بالاولیٰ
آلله انت الام تمهلک فی الخیرات وتمایلک عن الحسنات واقبالک علی
المهلکات ومسابقتک بالسیئات طلق الدنیا ثلاثا وفارق اهلها و
اترک علی غاربها حبلها وتب الی الله قبل ان تموت. وادرک الفراغ قبل
ان یفوت واستعن بوجدک قبل عدمک واغتنم شبابک قبل هرمک
والزم بالعمل فکم من عمل یسیر خیر من علم غزیر وواظب علی الندامة
فندم منک ساعة خیر من کثیر طاعة تصدق من غیر من واذی و
انفق مما تحب وترضی ان جئت بحسنة فاستقم ولا تغترر فبالاستقامة
عبرة لعمل العاملین وانما الاغترار من همزات الشیاطین وان اقترفت
سیئة فاعترف ولا تیأس فان الاعتراف یهدم ما یقترفون. ولا ییأس
من روح الله الا القوم الکافرون ان بلیت فاصطبر فان الصبر اسی یتلوه
الفرج ودجی تؤذن بالبلج وثقل یخفف الاثقال وداء یذهب لعضال
وان اعطیت فتشکر فان الشکر سبب لمزید الانعام وبعث للمنعم علی الاکرام
وجالب للارزاق وذاهب بالاملاق. واضرب فی الارض بطلب العلم
غیر باغ وجاهد فجاهد وباعد ثم باعد واجهد جهدک فی اخذه

مِنْ كُلِّ قَارِبٍ وَبَاعِدٍ وَتَمَتَّعْ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْأَبَاعِدِ فَإِنَّهُ أَوْجَبُ لِلْمَحَامِدِ وَأَصْلَحُ لِلْمَفَاسِدِ وَأَوْصَلُ إِلَى الْمَقَاصِدِ وَلِذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ وَإِذَا سَمِعْتَ هٰذَا فَإِيَّاكَ وَالْإِضَاعَةَ وَعَلَيْكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَإِنَّ الْفَتٰى مَنْ عَلِمَ فَعَمِلَ وَسَمِعَ فَقَبِلَ وَذُكِّرَ فَاعْتَبَرَ وَأُمِرَ فَائْتَمَرَ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵

گلستانِ سعدیؒ کی حکایت کا ترجمہ

حُکِیَ اَنَّ بعضَ صُلَحاءِ لُبنان ممن اشتہرت مناماتہم وانتشرت کراماتہم جاء الی دمشق فنزل بماء الکلاسة یرید ان یتطہر اِذْ زَلّ قدمہ فوقع فی الحوض ثم خرج بعد ما ادرکہ الغرق وقام الی الصلوٰة وصلّی بہم فلما فرغوا قال لہ بعض اصحابہ فالک یا شیخ انی رأیتک یوماً فی بحر المغرب کنت تَسْبَحُ علی الماء وما ابتل منک قدمٌ واما الیوم فقد اشرفتَ علی الھلاک فی قلیل من الماء ولولا رمقٌ من الحیوة لغرقتَ فشتّان بین ھذا وذاک فاطرق رأسَہٗ واکثر فی التامل ثم قال اَمَا سمعتَ ما قال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقتٌ لا یسعُنی فیہ مَلَکٌ مقرّبٌ ولا نبیٌّ مرسلٌ ولم یقل وقتٌ مُستمرٌّ وکان علیہ الصّلوٰةُ والسلام تارةً یشتغل بالنساء والرِّجال واُخریٰ لا یلتفتُ الی جبریل ومیکئل ومِنْ ھٰھنا قیل مُشاھدةُ الابرار بین التجلّی والاستتارِ ۵

دوسری حکایت

بینما انا جالس ذات یوم بجامع تعلبک اذ شرعت فی الوعظ والتذکیر وحولی جمع کثیر ممن لایکادون یفقھون حدیثا ولا یھتدون سبیلا فکلما ازددت فی البیان تدقیقا وتحقیقا زادوا حیرۃ وضلوا طریقا فلما رایت لایخلبھم سحر کلماتی ولاتیسری فی قلوبھم نفثاتی انشدت فی آخرہ اسف لھفت کل اللھف علی اضاعۃ الکلم واشاعۃ الحکم فی قوم صم بکم ہ +

بنام بعضے از اہل علم کہ در بیروت مقیم بودند و نام ایشان فراموش شدہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ وبعد فانی قد سمعت ان المعلم الشھیر فاندیک الامریکانی النزیل ببیروت رتب سلسلۃ من الکتب فی العلوم الجدیدۃ وسماھا النقش فی الحجر وانی ارید شراء جملۃ الکتب التی تضمنھا ھذہ السلسلۃ من اولھا الی آخرھا وایضا قد سمعت من بعض ثقات الھند الذین قد لاقوکم فی البیروت ان تلک السلسلۃ یمکن وصولھا الینا بتوسط جنابکم فاسألکم یامولانا اننا بای طریق نطلبھا وکیف نؤدی ثمنھا وھل یمکن ارسالھا الی الھند بالطریقۃ التی جرت فی سائر الممالک الانکلیزیۃ وھی ان اھالی البوسطۃ یبلغون الاشیاء الی المکتوب الیھم بعد اخذ الثمن ویرفعون الثمن الی المالک ویسمون ھذہ الطریقۃ بالانکلیزیۃ ویلیو پے ایبل وترجمتہ بالعربیۃ ما یجب اداء ثمنہ فمتی ما یصل الینا الجواب من عند حضرتکم الجلیلۃ نطلب تلک السلسلۃ الجدیدۃ بالطریقۃ التی تصفونھا لنا والسلام خیر ختام

جُمْلَةٌ صَالِحَةٌ

فی مآثر ناصح الملّة وموقظهم عن نوم الغفلة الذابّ عنهم فی کل فتنة و الناصر لهم عند کل ملمّة الذی جعل همته مقصورة علی اصلاحهم ورأی لذة حیاته فی نجاحهم وفلاحهم یهبط لهم فی کل وادٍ کصیّبٍ هائم ولا یخاف فیهم لومة لائم اعنی الدکتور **سر سید احمد** ابن السید متقی ابن السید هادی الحسینی نسبًا والمدنی ثم الهروی محتدًا والدهلوی مولدًا **شعر**

طلوعُ الثنایا بالمطایا وسابقٌ ... اِلیٰ غایۃٍ مَن یَبتَدِرْهَا یُقَدَّمِ

فاعلم ایها المخاطب الجلیل اَنّ هذا الشیخ الاجل الامجد الهمام والسیّد الصند ید السَّمَیْدَع القمقام هو اوّل من تصدّی لاصلاح حال مسلمی الهند فی اواخر المائة الثالثة من الالف الثانی وافنی عمره کما انفد ماله فی نصحهم والرافة بهم والشفقة علیهم والمجاهرة فیهم واول من ذبّ عن الاسلام وسافر لاجل ذلك الی اُوربا ونشر هنالك محاسن الاسلام بین المسیحیین وطهر ذَیلَهٗ عمّا افتروا علیه ونسبوا الیه من المثالب والمساوی (تعالیٰ عن ذلك علوًّا کبیرا) واثبت فضله علی ادیانٍ اُخریٰ بدلائل بیّنةٍ وبراهین متقنةٍ

لہ تقریبًا ۲۵-۲۶ برس گزرے ہوں گے کہ لندن سے ایک ماہوار عربی رسالہ موسوم بہ "نحلۂ اوربیہ" جاری ہوا تھا جس کے چند پرچے رسالہ مذکور نے میرے نام بھی بھیجے تھے۔ اڈیٹر نے بجائے قیمت ادا کرنیکے اُسکی قلمی اعانت کرنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ ایک آرٹیکل مرحوم سر سید احمد خاں کے حالات اور اُنکی ملکی و قومی خدمات پر ایسی ٹوٹی پھوٹی عربی میں لکھکر لندن بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اُسکے بھیجنے سے پہلے معلوم ہوا کہ وہ رسالہ کسی وجہ سے بند ہوگیا اور وہ آرٹیکل راقم کے پاس مسودات میں یوں ہی پڑا رہا اب جو اس ضمیمہ میں شامل کرنیکے لیئے اسکو ڈھونڈا تو بہت ہی کم اوراق دستیاب ہوئے چونکہ موجودہ حالت میں مضمون مذکور کو از سرِ نو مرتب کرنا راقم کی طاقت سے باہر تھا اس لیئے جسقدر اوراق بہم پہنچے انہیں کو بقدر امکان کسیقدر ترتیب دیکر اس ضمیمہ میں شامل کیا گیا ۱۲ حالی

سلك فيها طريق اسلافهم ونسج على منوالهم وهو اول من ادّعى ان دينًا من الاديان لم يفك رقاب الجوارى والغلمان عن ذل العبودية الا الاسلام واستدل على دعواه بآيات بينات من كلام العزيز الملك العلام واحاديث متصلة مرفوعة صحت عن النبى خير الانام وهو اول من عزم على التوفيق بين ما جاء به القرآن وبين ما شهدت به الحكمة الجديدة وعلى رفع ما يتبادر الى الاذهان من الاختلاف بينهما كما فعل علمائنا المتكلمون فى صدر الاسلام لما شاعت الحكمة اليونانية بين المسلمين وخافوا عليهم ان يقعوا فى شبهات الملاحدة والزنادقة +

ولنذكر ههنا شيئًا يسيرًا من مساعيه الجميلة التى كانت مستمرة مسلسلة فى نصرة الاسلام والمسلمين من ۱۸۵۷ء الى زمان رحلته التى وقعت فى اوائل ۱۸۹۸ء ميلادية +

منها انه لما اضطرمت نار البغى والعدوان فى اقطار الهند من قبل العساكر الهندية ۱۸۵۷ء ميلادية وكان مسلموا الهند اذ ذاك مظنة لخلاف الدولة الانكليزية لما كانوا قبل استيلاء تلك الدولة فى نوع من العزة والمكنة والسلطان فى ممالك الهند۔ بادر الشيخ الى تاليف كتاب فى بيان اسباب البغى التى كان مرجع اكثرها الى غفلة اركان الدولة وسوء تدبيرهم فى الامور السياسية وكان الزمان زمان الاخذ والبطش والانتقام بحيث يفر المرء من اخيه و امه وابيه وصاحبته وبنيه ويؤسرون ويسجنون ويقتلون ويصلبون فلم يسكت هناك من كلمة الحق والقى بنفسه الى التهلكة ليزيل كل شبهة

تختلج فی صدور اعیان الدولة من قِبَلِ المسلمین ویُبرِی ساحتهم من کل سوءٍ ویُطهر ذیلهم عن کل رجسٍ +

ومنها انه الف بعد ذلک کتاباً اٰخر علی خلاف ما شاع واشتهر بین الملة الانکلیزیة من رأیِ بعض مُدبری الملک ومشیری الدولة منهم[له] فی الهند انّ جماعة المحدّثین من مسلمی الهند الموسومین بالوهابیة الذین لا یقولون بوجوب تقلید احدٍ من الائمة المجتهدین لیسوا من اطاعة الدولة فی شئٍ ویرون ان الجهاد مع النصاری ولاة الهند واجب علی المسلمین۔ فلما اشتهر ذلک الکتاب مزیّفاً للرأی المذکور بین الهند والانکلتره ونظر فیه رجال الدولة واعیان الملة ووازنوا بینه وبین ذلک الرأیِ لم یبق لهم شُبهةٌ فی قصور علم صاحب الرأی وقلّة تدبّره وضعف رأیه وانّه لم یتّبع فیه الا الظن ولم یتمسک الا بالقیاس ورفع بناءً من غیر اساسٍ۔ واطلقوا خلقاً کثیرا من اولئک المحدثین واتباعهم کانوا ماسورین مسجونین ولم یکن لهم ذنب ولا اثمٌ الا تسمیة الناس ایاهم باسم الوهابیّةِ +

ومنها انه لما شاع کتاب السیرة المحمدیة الموسومة بلائف وف محمد باللغة الانکلیزیة فی اربع مجلدات قد صنفها احدٌ[۵۲] من اکابر رجال الدولة وولاتها فی الهند بحیث لم یصنّف احدٌ من المسیحیین قبله کما زعموا مثل ذلک الکتاب علی مخالفة الاسلام۔ وکان الشیخ حینئذٍ متقلد البعض اعمال الدولة تحت امر ذلک المصنف۔ شمّر الشیخ عن ساق الجدّ واخذ یتفحّص عما یحتاج الیه من

[له] یعنی ڈاکٹر ہنٹر ۱۲ [۵۲] یعنی سر ولیم میور ۱۲

الکتب والاسفار فی نصرۃ الاسلام والذب عن حوزتہ فلم یظفر منہ فی الهند الا بقدر یسیر لا یسمن ولا یغنی من جوع - لما قد خربت خزائن الکتب الاسلامیۃ کلھا فی فتنۃ العساکر الهندیۃ - فعزم علی الرحلۃ من الهند الی اوربا لاجل ذلک واخذ معہ ولدیہ کانا یعرفان اللغۃ الانکلیزیۃ وسار بھما الی انکلترۃ واقام نحو سنتین بلندرہ وصنف هناک کتاباً مبسوطاً سماہ بالخطبات الاحمدیۃ فی الکشف عن حقیقۃ الاسلام لصیانتہ عن کل ما یفترون علیہ ویطعنون فیہ ویرمونہ -

ثم ترجم ھذا الکتاب بلسان اھل انکلترۃ وطبعہ واشاع وداول بین القری والامصار من البرطانیۃ الکبری وفی اکثر الممالک من اوربا لیتم حجۃ الاسلام علی من کان ینکر علیہ من دعاۃ المسیحیۃ حتی ان بعض اھل الانصاف من القسیسین المامورین علی دعوۃ اھل الهند الی دینھم اعترف ان احدا من المسلمین منذ بدء الاسلام الی الآن لم یکتب کتاباً جامعاً کاشفاً عن حقیقۃ الاسلام ومحاسنہ قط فی لسان اھل المغرب کما کتب ھذا الرجل کتابہ الخطبات المحمدیۃ ولولاہ لما تم علیھم حجۃ الاسلام -

ومنھا انہ لما صار مسلمو الهند مشرفین علی الموت الذی ھو الذل والھوان بین ابناء الزمان، لما ترکوا مسالمۃ الدھر ومرافقتہ ولم یتعظوا بوعظہ ونذرہ کثیرۃ، وزعموا ان تعلم اللغۃ الانکلیزیۃ والتکلم بھا والممارسۃ فیھما کفر، ولا یجوز للمسلمین ان یرضوا بتعلیم اولادھم فی المدارس الانکلیزیۃ فحرموا کثیراً من اعمال الدولۃ ومناصبھا التی کانت شرط تقلیدھا معرفۃ

اللغة الانکلیزیة ، ولم یزالوا یتنزّلون عن معارج العزّ والجاہ درجةً بعد درجةٍ حتی کادوا ان ینتھوا الی غایة ذُلّھم وھوانھم ، ویعودوا غرباء خاملین غامضین وھم فی اوطانھم حمله الرّقة النوعیة والاخوة الاسلامیة علی ان یُصلح امرھم ویجمع شملھم ویُقوّم عِوَجَھُم ویُسدّد افکارھم ویُثقّف اٰراءھم ویَدُلّھم علی ما یقتضیه الاحوال الحاضرة من تعلّم لسانِ وُلاةِ العھد واکتساب العلوم المفیدة والمعارف الجدیدة ، وترک التقلید فی المصالح الدنیویة والامور المعاشیة والانسلاخ عن الرسوم القدیمة التی رسخت فی قلوبھم کالاحکام الشرعیة ، وغیر ذلک من الامور التی لا یمکن ان یبقی امةٌ من الامم العظیمة علی عظمتھا القدیمة الا وان یُلزموھا انفسھم ویَتشبّثوا بھا ویَعضّوا علیھا بالنواجذ ، ویجتھدوا فیھا ۔

فلا زال الشیخ مع کِبَرِ سنّه وعَظَمِ جُثّته وثقل جسمه یسیر ویرتحل من بلد الی بلدٍ ومن ناحیة الی ناحیةٍ ، فیعظھم فی کل مجلس ویذکّرھم فی کل محفلٍ ویلومھم ویعاتبھم ویرفقھم ویلاطفھم ، وکان یطالبھم ان یبذلوا اموالھم ویجھدوا انفسھم فی تھیئة اسبابِ التعلیمِ وتیسیرھا لاخلافھم واعقابھم وترویج العلوم الجدیدة ومداولة اللغة الانکلیزیة بین المسلمین المتوطنین فی بلاد الھند الاٰمنین فی کنف الدولة البرطانیة کما فعل سائر ابناء وطنھم من الھنود والمجوس وغیرھم ۔

فلما انتھی الامر الی ذلک استطاع الشیخ عند ذلک سبیلا الی تشکیل مدرسة کُلیّةٍ رفع بناءھا فی بُحبُوحة الھند بحیث لم یر مثلھا عین الزمان ولا سیّما فی

ممالك الهند - وبنى حول المدرسة رباطًا متسعًا فى غاية الحسن والملاحة محتويًا على بيوتٍ متجاورةٍ متناسبة البناء متساوية المقدار صالحةٍ لان يسكنها الكبراء واهل الثراء - واشترط على المتعلمين (سواء كانوا من بلادٍ قريبةٍ او بعيدةٍ) ان يقيموا بتلك البيوت ويلتزموها ماداموا مشتغلين باخذ العلم لئلا يجالطوا قرناء السوء ويكونوا من معاشرة الاضداد بمعزلٍ ويحصل المؤاخاة بينهم بطول الصحبة ويتصلح افكارهم بدوام المذاكرة وجمع فيها بين التعليمين دينيٍّ ودنيويٍّ - ليتمكنوا من اصلاح امر معادهم ومعاشهم ويستغنوا عن مدارس الدولة التى خلت عن تعليم علوم الدين رأسًا - وطلبه لنظم المدرسة وتعليم العلوم فيها وتربية المتعلمين المقيمين بها - البارعين فى انواع العلوم من نجباء الكلترة المتحلين بالاخلاق الفاضلة والسير المرضية - واحضر ايضًا العلماء الاعلام من افاضل المسلمين لتعليم علوم الدين - وهيّأ لطلبة العلم كل مايحتاجون اليه من المسجد والحمام والمطبخ والمستراح والمستشفى - و الآبار والاشجار والرياض والانهار والآلات المتنوعة لانواع الرياضات الجسمانية - والاماكن المتنظفة للمذاكرات العلمية - وغير ذلك ممالا يسعه للبيان +

ولاشك ان هذا المدرس اوّل مدرسةٍ فى الدنيا تشكّلت لتعليم المسلمين بمحض التعاون والتعاضد من ابناء الملة وتكفلت لتعليمهم وتربيتهم وتهذيب اخلاقهم وحفظ صحتهم وتنظيف لباسهم وتحسين كلامهم و ان يرشدهم الى معنى التمدن وحسن المعاشرة ويدلّهم على ان القوم ما هو

والوحدة القومية ماهى ويحيى فيهم الاخوة الاسلامية التى قد ماتت بموت القدماء من اهل الملة البيضاء ويغرس فى قلوبهم منها شجرةً طيبةً اصلها ثابتٌ وفرعها فى السماء ويؤلف بين اشتات الفرق الاسلامية التى يتباغضون بينهم ويتنافرون ويتنازعون ويتخاصمون يُعرض بعضهم عن بعض ويَسُبُّ بعضهم بعضًا ثم لتوكيد هذا المقصد رأى ان يُداول بينهم جرنالٌ مُهذِّبٌ للاخلاق و العادات محرِّضٌ على المكارم والمعالى۔ مُزهِّدٌ فى بعض العلوم القديمة التى لاطائل تحتها، كاشفٌ عن المعارف الجديدة مُرغِّبٌ فيها مشعرٌ بان الاسلام باصوله وفروعه لاينافى اصول التمدن وفروعه ولا يمنع عن اتباع الملل المتمدنة فى العلوم والصناعات وسائر الحيل التى بلغوا بها غاية العز و المنعة والجاه وسبقوا كلّ امّةٍ من اصناف الامم الى اقصى مراتب الحكمة و الدولة والسلطان۔ وسمّى هذا الجرنال بتهذيب الاخلاق۔

فلازال يَصْدُرُ فى كل شهرٍ مرّةً او مرّتين الى نحو عشر سنة وكان من احسن الجرائد وضعًا وترتيبًا وأبلغها نظمًا وبيانًا واجزلها قدرًا ومكانًا فى لسان اهل الهند۔

لم يسبقه جريدة ولا جرنالٌ فى هذا الشان۔ فانتفع به المسلمون فى هذه الاقطار فوق مايُرجى ويُتوقّع ان ينتفعون، حتى ان صلحت افكارهم و تحولت اراءهم وتزلزل بُنيانُ العصبيّةِ التى كانت تحول بينهم وبين الحق المبين۔ غيران المتقشفين من علماءهم والمقلدين من سفاءهم والمتعصبين الخائضين فى بحرٍ لجّيٍ يغشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب لم يتلقّوه

بالقبول بل انکروا علیه وکفروا من تصدّی لادارته ومن کان من اعوانه وانصاره ولکن لم یقدروا ان یمنعوا غیرهم من اصحاب الرای واهل النهیٰ عن موافقة الشیخ ومظاهرته فیما یرجع الیٰ صلاح حالهم ومآلهم فبذلوا اموالهم لبناء المدرسة فوق مایستطیعون۔

ومنها انه بعد تاسیس بنیان المدرسة الکلیة لتعلیم المسلمین وتشیید مبانیها عقد مجلساً[1] عمومیاً باحثاً عن امر تعلیم المسلمین المتوطنین فی کل ناحیة من نواحی الهند وانه کیف یمکن وصولهم الی الکمالات المطلوبة التی اقتضتها ضرورة الوقت ومع ذلك کیف یمکن لهم المحافظة علی بقایا السلف الصالح من علومهم القدیمة ولاسیما العلوم الدینیة التی تکاد تندرس رسومها وتمحوا ثارها من بلاد الهند وما السبیل الی بقاء اللغتین الحاملتین لدینهم وعلمهم وحکمتهم وادبهم وتاریخهم وسیرهم فی اخلافهم واعقابهم اعنی العربیة والفارسیة اللتین قد جاء بهما المسلمون الاولون من فاتحی الهند واعوانهم وانصارهم وکانت کل واحدة منهما منذ قدوم المسلمین فی هذه الاقطار متداولة بینهم فکل ماکان من تعلیمهم وتعلمهم ومکاتبتهم ومراسلتهم وتصنیفهم وتالیفهم وانشائهم وانشادهم ونظمهم ونثرهم انما کان باحدی هذین اللسانین وکانوا یکرمون العربیة ویحبونها ویتبرکون بها کما کانوا مستانسین بالفارسیة راغبین فیها مقبلین علیها۔ والآن کلاهما مشرفان علی الزوال قد انقطعا عن مدارس الدولة ومکاتبها راساً ولم یبق فی بیوت المسلمین

[1] یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ۱۲

منهما الارمق۔ ومنها الحيلة فی تعليم نساء المسلمين من وراء الستر وهن مقصورات
فی البيوت مستورات عن المعلمين والنسوة اللاتی يصلحن لتعليم النساء فلا يوجد
منهن فی ارض الهند الا ما شاء الله۔ والمدارس التی تشكلت لتعليم نساء اهل
الهند من تلقاء الدولة او من قبل دعاة المسيحيين فلا يأمنها احد من اشراف
المسلمين وايضاً رأی الشيخ ان ينعقد ذلك المجلس علی رأس كل سنة فی بلد من
بلاد الهند ويأتيه المسلمون حينئذٍ مبعوثين من كل ناحية ويعرض من يشاء
من اعضاء المجلس ما بدا له من رأی او فكر او حيلة او تدبير فی امر التعليم
او فی كل ما يتعلق بصلاح الملة علی من شهد منهم فی ذلك المجلس فمن شاء وافقه ومن شاء
لم يوافق فان توافقت كلمتهم فی امر او غلبت آراء الموافقين عزموا علی
امضائه وصمموا فيه والا فلم يأخذوا به وتركوه كان لم يكن شيئاً مذكوراً
واول فائدة يستفيدونها من ذلك المجلس انه يتسع به دائرة الاتحاد
بين المسلمين يوماً فيوماً۔ فانهم يأتون فی كل سنة مرة من اماكن بعيدة
وبلاد قاصية لامر جامع فيه صلاح الملة فيجتمعون بعدما كانوا متفرقين
ويتعارفون بعد ما كانوا متناكرين ويقيمون فی مقام واحد الی نحو خمسة
ايام او اكثر ليتمكنوا من دوام المصاحبة والمحادثة ويتفقوا فی الاكل والشرب
ويتساءلون ويتشاورون ويتحدثون ويتفاكهون ثم ما عدا تلك الفوائد
يخطب الخطباء من افاضل الناس يفيدون فی خطباتهم ما يناسب ذلك
المشهد من افادات جليلة يهتز بها القلوب ويتحرك بها النفوس الی معارج
الكمال المطلوب ◆

ومنها ان طائفة عظيمة من طوائف الهنود الذين سبقوا سائر
ابناء الوطن فيما يقتضيه الاحوال الحاضرة من العلوم الجديدة والصناعة
والسياسة والتمدن وفاقوا جميع الاقران والامثال فى معرفة اللغة
الانكليزية وتقلدوا الاعمال الجليلة والمناصب الرفيعة من قبل الدولة
بحيث لم يتركوا لاحد من اهل الوطن موضعاً للتقرب الى دولة العهد وحصول
العز والمكنة عند اركانها۔ شكلوا مجلساً عمومياً سموه **بنيشنل كانگريس**
ليطالبوا دولة العهد ما وعدت من انها لا تفرق بين احد من اهل الهند
واهل انكلترة بشرط استحقاقهم فى سائر الحقوق والمرافق ولا يرجح بعضهم على
بعض فى تقليد الاعمال الجليلة والمشاركة فى وضع القوانين السياسية و
غير ذلك وارادت تلك الطائفة ان يشاركوا معهم فى تلك المطالبات جميع
اهل الهند ليضطر الدولة الى استماع ما يقولون واجابة ما يسألون فلما مضى
على تشكل ذلك المجلس سنتان وجعلت طوائف اهل الهند يستحسنونه
ويميلون اليه ويرغبون فيه قليلاً قليلاً ويأتيه الناس مبعوثين حين ينعقد
المجلس من كل ناحية حتى ان كثيراً من المسلمين ايضاً عزموا على مشاركتهم فى
هذا المجلس، تفطن الشيخ بانه ان ظفرت تلك الطائفة بمرادهم لن ينال
المسلمين منهم الا الشر۔ فان الحقوق التى يدعون لسائر ابناء الوطن لا يمكن
ان يحصل لقوم الا وان يكونوا اغنياء اعزة عند اركان الدولة عارفين
باللغة الانكليزية والعلوم الجديدة معرفة تامة مطلعين على القوانين
السياسية خبيرين باصول الدول المتمدنة الاوروباوية ولا شك ان المسلمين

لیسوا من تلک المزایا فی شیءٍ یعتدُّ بِه فلا بد ان یستوعب الهنود جمیع تلک الحقوق ویشارکوا فی الحکومة والقدرة والاختیار ولم یبق للمسلمین خلاقٌ فی العزّة والمکنة والجاه ویصیروا اذِلّاء صاغرین خاضعین للهنود اکثر مما کانت الهنود لهم فی سالف الزمان وینتهز الهنود فرصةً لان یبدوا ما فی انفسهم من الضّغینة والبغضاء القدیمة التی قد بدت من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔ فابتدر الشیخ عند ذلک الی تشکیل مجلسٍ اٰخر علی رَغمِ مجلسهم لتنبیه المسلمین علی انّ تلک المطالبة انما هی نافعة للهنود خاصّةً لا للمسلمین ولرفع القضیة الی ارکان الدولة واعلامهم بانّا معشر المسلمین کافّة لا نشارکهم فیما یدّعون وفیما یطالبون وانّا برآءُ منهم ومما یقولون۔ فانتهی الامر الی ان جزمت الدولة بانّ فی اسعاف ما یقترحون تامیرٌ لقومٍ خاصٍّ علی سائر الاقوامِ من اهلِ الهند۔ وَانْتَبَهَ المسلمون بعد ما کانوا غافلین عن تبعات تلک المطالبة وعواقبها۔ فاعتزلوا عنهم وتبرأوا عن مشارکتهم ولم یحم حولها بعد ذلک من المسلمین الا نفرٌ قلیلٌ لیسوا فی عداد شیءٍ منهم *

ومنها انه لمّا کان مُمارسةُ العلوم الجدیدة فی الاکثر مُنتجًا للوهن فی امر الدین ومظنّةً للالحاد والتّدهر لِما یُرٰی ویُسْمَعُ من احوالِ رجالِ العلمِ فی اوربا وکان الشیخُ اوّل مَنْ حرّض مُسلمی الهند علی تحصیلها ورغّبهم فیها فخاف علیهم ان یجتنوا منه ما اجتنت الملل المسیحیة فی اوربا ویتضرروا بالعلم فوق ما کانوا یتضررون بالجهل *

وکان قلبه مُطمئِنّا علی انّ الاسلام الخالص عن الشوائب الصّافی عن الاکدار

لا يناقضه شيء من العلوم اليقينية وانما يناقض ما اشتبه بالاسلام وليس من
الاسلام في شيء، من آراء العلماء وقياسات الفقهاء وخرافات القدماء من الفلاسفة
والحكماء والبدع والاهواء والاخبار الواهية المنقولة من كتب اليهود والسنن
الزائغة المأخوذة من المجوس والهنود وغير ذلك مما اخذ بجذافير الاسلام وصار منه
بمنزلة الاخلاط من المزاج ٭

وكانت فحول من علماء الاسلام في الهند كافة غافلين عما يقتضيه ضرورة الوقت
اذ كانوا ينهون عن تعلم اللغة الانكليزية وتحصيل العلوم الجديدة كذلك كانوا
بمعزل عن نصرة الاسلام بوجه يناسب اذواق المعترضين وينطبق على اصول
مسلمة عند حكماء العصر كانوا لا يجوزون ان يسلكوا في المدافعة عن دينهم طريقا
لم يسلكها الاولون بل كانوا لا يعرفون كيف السبيل الى الذب عن حوزة الاسلام
في هذا الزمان، واين المفر من حملات الحكمة الجديدة على الملل والاديان وفيم
الخلاص من شبهات الطبيعيين القائلين بامتناع الخرق في القوانين الطبيعية ٭

فلما استيأس الشيخ من علماء الملة ان يتعهدوا امر الدين ويحافظوا عليه
ويبنوا قواعده تصدى بنفسه المنفردة لهذا الخطب الجسيم وشرع في تفسير القرآن الكريم
على اصل متقن ينطبق على الحكمتين القديمة والجديدة ومع ذلك يشهد به العقل
ولا يستنكره الشرع. وهو ان فعل الله وقوله تبارك وتعالى لا بد ان يكونا متفقين
متلازمين بحيث لا يتخلف احدهما عن الآخر لئلا يلزم نسبة الكذب الى الحضرة
(تعالى عن ذلك علوا كبيرا) ولا شك ان ما كان وسيكون في عالمي الخلق والامر انما هو
من فعله تعالى فلا يمكن ان يوجد في كلامه المبين شيء يخالف ما في عالم الخلق او في

عالم الامر من الاسماء والصفات والافعال والاثار والقوی والکیفیات والحوادث والوقائع

ولما کان اصل اصول الاسلام هو القرآن الکریم الذی وصل الینا کما انزله الله

علی رسوله من غیر تحریف ولا تصحیف ولا زیادة ولا نقصان ولم یکن الاحادیث والآثار

بهذه المشابهة وکان فی کتاب الله غنیة لنا عن کل ما عداه کما قال عمر بن الخطاب رض

"حسبنا کتاب الله" اقتصر الشیخ علی تفسیر القرآن ورأی ان فی المدافعة عن القرآن دفاع عن

الدین کله ولنذکر ههنا انموذجا من تفسیره الذی حمل فیه بعض الفاظ القرآن الحکیم

علی معان مجازیة لم یحملها عامة علماء الاسلام علی تلک المعانی قبل الشیخ- قال الشیخ

فی تفسیر الآیات التی وقعت فی اوائل سورة البقرة فی بیان نعماء الجنة- اما حقیقة

الجنة التی علمنا ربنا فهی کما قال عز اسمه فی سورة السجدة "فلا تعلم نفس ما اخفی لهم

من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون"- واما حقیقتها التی اخبر بها المخبر الصادق علیه

الصلوٰة والسلام فهی کما اخرج الشیخان عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول

الله صلی الله علیه وسلم "قال الله تعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات

ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر"- فلا یخفی انه لو کان حقیقتها علی ما زعموا

هی الریاض والانهار والفواکه والثمار والجواری والغلمان وقصور من لؤلؤ وذهب

وفضة وانهار من لبن وخمر وعسل لکان مخالفا لما نطق به القرآن وما صح عن

النبی فان جمیع تلک الاشیاء مما تراه العیون وتسمعه الآذان ویخطر علی قلب بشر-

ولا یقال ان ما فی الجنة من الریاض والانهار وغیرها فهی اعلی واشرف من امثالها فی

هذه الدنیا غایة العلو والشرف فلا یلزم ان تری بالعیون وتسمع بالآذان کما تری و

تسمع امثالها فی هذه الحیوة الدنیا- لانها ان لم تکن تری وتسمع فما منعها ان تخطر

على قلب بشر۔ فان تلك النعماء التى امثالها موجودة فى هذه الحيوٰة الدنيا۔ وان كانت اعلىٰ واشرف من امثالها الخسيسة الدنيوية غاية العلو والشرف فلابد ان يكون بينها وبين امثالها نوعٌ من المماثلة والمشاركة والا فلا وجه لتسميتها بهذه الاسماء فان سلمنا انها لاترى بالعيون ولا تسمع بالاذان فلا نسلم انها لاتخطر على قلب بشرٍ ايضًا۔ وقد علمت ان حقيقة الجنة من شانها ان لايخطر على قلب بشر۔ فعلموا ان جميع تلك النعماء التى تنسب الى الجنة انما هى عبارات عن قرة اعينٍ تكون فيها وتمثيلات لها لتكون اوقع فى قلب الانسان واقرب الى فهمه الناقص وادراكه القاصر لحقيقة الجنة وماهيتها +

ثم اعلم ان الانسان كما خلقه ربه مجبول على انه لايدرك ولا يتصور الا ما ابصر بالعين اومس باليد اوذاق باللسان اوشم بالانف اواحس بالقوة السامعة وقرة اعينٍ تكون فى الجنة لا ابصر مثلها الانسان بالعين قط ولا مس باليد ولا ذاق باللسان ولا شم بالانف ولا احس بالقوة السامعة فالفطرة الانسانية تابى ان يبلغ الانسان كنه تلك القرة وحقيقتها۔ ثم ما يخاطب به الانسان انما يخاطب بما هو جارٍ على لسانه من الالفاظ والكلمات ولا يوجد فى لغةٍ من لغات الانسان لفظ يُعبّر عن معنى لايدرك بالحس فلايمكن ان يعبّر عن ذلك المعنى بعينه وان كان المعبر هو الله فانه قادر على الممكنات لا على المحالات۔ ثم كل لغة من لغات الانسان التى يخاطب بها بعضهم بعضًا لا يوجد فيها ايضًا لفظ ولا كلمة يُعبّر بها عن كيفيات هذه الخسائس الدنيوية كالحموضة والحلاوة والوجع والالم والكلفة والراحة وانما يعبر عنها بمرادفاتها اوبنوع من التمثيل والتشبيه مع ان ذلك المرادف والتمثيل ايضًا محتاج الى تفسير

اخرى وهلم جرًّا - فما ظنك بحقائق الجنة التي عبر عنها بقرة اعين كيف يمكن التعبير عنها بعينها وتصويرها في ذهن الانسان وان كان المعبر هو الله ٭

الا انه لما كان الانسان مجبولًا على ستكشاف ٭ في اتيان المامور به من النفع وما في ارتكاب المنهي عنه من الضرر بحيث لا يرغب في الطاعة الا بعد ما اطلع على نفعها ولا ينتهي عن المعصية الا بعد ما تبين مضارها وجب على كل نبي مرسل بل على كل مجدد يصلح بعض المفاسد العامة ان يبين ذلك النفع ويدل على تلك المضار ولو كان بنوع من التمثيل والتشبيه ٭

ولما كان التعبير عن حقيقة تلك القرة للاعين بعينها متعذرًا وكذلك عن حقيقة ما يقابلها من الآلام الروحانية احتاج الشارعون الى بيان جزاء الاعمال خيرًا كان او شرًّا بكل راحة او كلفة لا يتصور راحة وكلفة فوقها في هذا العالم والمقصود من ذلك البيان انما هو تصوير تلك القرة للاعين وما يقابلها من الآلام الروحانية بوجه من التشبيه ولو كان ناقصًا لا هذه الراحة او الكلفة بعينها ٭

ولذلك فقد وقع في التوراة بيان تلك القرة بكثرة الاولاد ونزول الامطار وسعة الرزق والغلبة على الاعداء وامثالها وبيان ما يقابلها من الآلام الروحانية بموت الاولاد والقحط والوباء والهزيمة من الاعداء وما اشبه ذلك الا ان هذه الامثال وان كانت اوقع في قلوب بني اسرائيل وانفذ ولكنها لم تكن بحيث تعتبر بها سائر الامم والملل - فجاء القران بامثال ابلغ منها في الانذار والتبشير واوقع في قلوب كافة الناس واوفق بحال كل فرد من افراد الناس شرقيًا كان او غربيًا باديًا كان او حاضرًا وعالمًا كان او جاهلًا فان كل قوم سواء كانوا من البلاد الحارة او البارده يحبون بيوتًا مزخرفة وبساتين ناضرة ومياهًا جارية وفواكه طيبة يفرحون بها كل فرحة ويرغبون فيها كل رغبة ويشتهونها ويميلون اليها - وايضًا كان في الحسن والجمال على اطلاقه لذة عجيبة تنجذب اليها النفوس تهتز القلوب واعجب الحسن والجمال اذا كان في الانسان ولا سيما في الجواري والغلمان - فالتعبير عن قرة اعين تكون في الجنة بمثل هذه اللذات الفطرية - وعما يقابلها من الآلام الروحانية بامثال النار والحميم والضريع والزقوم انما المقصود منه ان يجزم بوجود كل نعمة لا يتصور فوقها نعمة في الجنة وبادراك كل نقمة لا يتصور فوقها نقمة في جهنم والا فالراحة التي تكون في الجنة والكلفة التي تكون في جهنم بالحقيقة فلا مناسبة بينها وبين هذه الامثال التي نطق بها القران ٭ تمت بالخير

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو نظم کلیات حالی بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپیں گے تو نقصان اُٹھائینگے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہی*

المشتہر

حافظ عبد الستار بیگ مالک تحفۂ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دھلی